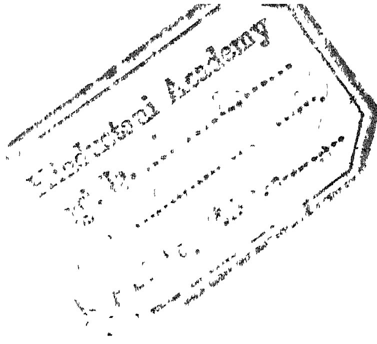


حیات مالکؒ

یعنی

امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کے

سوانح زندگی، اُنکی تصنیفات پر تبصرہ، تابعین مدینہ اور فقہائے حجاز کے حالات،
علم حدیث کی ابتدائی تاریخ اور جمع حدیث کے لیے محدثین کرام کی کوششوں کا ذکر

از

سیّد سُلیمان ندوی

یہ مضامین ابتداءً رسالہ الندوہ کے مختلف نمبروں میں شائع ہوئے تھے اب مجموعی ہو کر شائع ہوتے ہیں

مطبع معارف شہر اعظم گڈھ میں ۱۳۴۳ھ میں چھپی

طبع دوم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ والمنۃ والصلوۃ علی رسولہ صاحب السنۃ وعلی آلہ واصحابہ وتابعیہ قامع البدعۃ والفتنۃ

آجکل ملک مین علوم اسلامی کی طرف سے جو سرد مہری اور بے اعتنائی برتی جارہی ہے، اور جو انگریزی تعلیم کی وسعت کے ساتھ ترقی کرتی جاتی ہے، اُسکی روک تھام کے لیے مصلحین کے سامنے مختلف صورتین پیش ہین، منجملہ اُنکے ایک صورت یہ ہے کہ ملک مین تاریخ کا مذاق کیقدر پیدا ہو گیا ہے، اکابر اسلام کی سوانح عمریون کے پردے مین علوم اسلامیہ کی تاریخ لکھی جائے اور اسی ضمن مین ضروری مسائل کی تشریح کی جائے،

تمام دُنیائے اسلام جن قوانین فقہی پر کاربند ہے، وہ چار امامون کی طرف منسوب ہین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام ابن حنبل، اُردو مین سیرۃ النعمان لکھی جا چکی ہے، اور امام رازی کی سیرۃ الشافعی کا ترجمہ ہو چکا ہے، امام مالک جو فقیہ مدینۃ الرسول امام دار الہجرۃ، اور بانی اول فن حدیث تھے، اور مسلک حنفی کے علاوہ فقہ کے، بقیہ تین مذاہب جن کے سلسلے کی شاخین ہین، اُردو مین اب تک اُنکے متعلق ایک حرف موجود نہین،

مجکو علم حدیث کی ابتدائے طلب سے امام موصوف اور اُنکی موطا سے بدرجۂ غایت عقیدت رہی ہے، اِسی کا اثر تھا جس نے مجھے اِس فرض کے انجام پر آمادہ کیا، چنانچہ طالب العلمی کے زمانے مین، مین نے اسکا سلسلہ شروع کیا، اور جنوری ۱۹۰۸ء کے الندوہ مین اُسپر ایک مضمون لکھا، فراغت کے بعد سب سے پہلے اِسی کتاب کی تکمیل کا خیال ہوا، ابھی تصنیفات کا حصہ ختم ہوا تھا، اور اجتہادات کی بحث شروع تھی اور جو اصل مین اس کتاب کا جوہر ہو سکتا تھا کہ حضرت الاُستاد نے وفات پائی، اور دم نزع وصیت فرمائی کہ تمام کام چھوڑ کر سب سے پہلے سیرۃ نبوی کی تکمیل کی جائے اِس بنا پر جہان تک حیات مالک کی مسافت طے ہو چکی تھی قلم کا مسافر وہین پہونچکر رک گیا، اور اب آیندہ اسکی تکمیل کی فرصت ہاتھ آنی مشکل معلوم ہوتی ہے، اسلیے جو حصہ تکمیل کو پہونچ چکا ہے اوسکو وقف ناظرین کیا جاتا ہے،

کارِ دُنیا کسے تمام نکرد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

سید سلیمان ندوی

۳۰- اگست ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام و نسب و ولادت

مالک نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دار الہجرۃ لقب، باپ کا نام انس تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن حارث بن غیمان بن جثیل بن عمرو بن حارث ذی اصبح[1]،

امام مالک ایک خالص عرب خاندان سے تھے، جو جاہلیت و اسلام دونون مین معزز تھا، بزرگون کا وطن یمن تھا، مگر اسلام کے بعد مدینۃ النبی مین سکونت اختیار کی امام، یمن کے اخیر خاندانِ شاہی یعنی حمیر کی شاخ "اصبح" سے تعلق رکھتے تھے، امام کے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے، اِسی لیے ذی اصبح کے لقب سے وہ مشہور ہین،

آپکے خاندان مین سب سے پہلے آپکے پردادا ابوعامر عہد نبوی مین مشرف باسلام ہوئے غالبًا اس شرف اندوزی کی تاریخ نہایت قدیم ہے، یعنی ۲ھ، کیونکہ قاضی ابوبکر بن العلا کی روایت ہے کہ "ابوعامر بدر کے سوا تمام غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے" لیکن محدثین کے نزدیک یہ ثابت نہین، محدث ذہبی نے تجرید صحابہ مین ابوعامر اصبحی کا نام لیکر لکھا ہے لم ار احدًا ذکرہ فی الصحابۃ وقد کان فی زمن النبی صلعم

---

[1] کتاب الانساب للسمعانی طبع فوتوغرافی یورپ لفظ "اصبحی"

ابن حجر نے اصابہ کی قسم ثالث کُنیٰ مین ابو عامر اصبحی کا نام لکھکر ذہبی کی عبارت نقل کردی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونکو آنحضرت صلعم سے شرف لقا رحاصل نہین ہوا تھا،

امام کے دادا مالک بن ابی عامر ایک جلیل القدر تابعی اور صحاح کے رُواۃ مین داخل ہین، حضرت عثمان رضہ کے ساتھ انکو یک گونہ اختصاص تھا، اور اسقدر درجہ رکھتے تھے کہ وہ اُن سے اپنے لیے وظیفہ کے طالب تھے اسی بنا پر انکو حضرت عثمان سے نہایت محبت تھی، جن سرکبف جوانمردون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اون کی لاش کو دشمنون کے نرغہ سے اُٹھاکر دفن کرنیکی خطرناک خدمت انجام دی تھی اونمین ایک یہ بھی تھے فن روایت وحدیث مین اونکو حضرت عمر، عثمان، طلحہ، عقیل بن ابی طالب، ابوہریرہ ام المومنین عائشہ، اور دیگر صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ حاصل تھا، مدینہ کے مشہور فقیہ سلیمان بن یسار اور خود مالک کے بیٹون نے اور دوسرے لوگون نے مالک سے حدیث سیکھی ہے، موطا مین بھی انکی روایت سے حدیث ہے، امام نسائی نے انکی توثیق بھی کی ہے، سنہ ۷۴ھ مین وفات پائی،

مالک بن ابی عامر کے تین بیٹے تھے، انس امام مالک کے پدر بزرگوار، اور ربیع اور ابوسہیل نافع، ابوسہیل نافع ایک بلند پایہ محدث تھے، ثقات تابعین اور ارکان حدیث مین اونکا شمار ہے، صحابہ مین حضرت ابن عمر سے اور تابعین مین اپنے باپ مالک، اور سعید بن المسیب، علی بن حسین اور بہت سے لوگون سے روایت کرتے ہین، امام مالک نے بھی

لہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۴ ص ۹۰، کلکتہ سلہ موطا، باب تسویۃ الصفوف

ابن حجر نے اصابہ کی قسم ثالث کُنٰی مین ابو عامر اصبحی کا نام لکھکر ذہبی کی عبارت نقل کردی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونکو آنحضرت صلعم سے شرف لقا ء حاصل نہین ہوا تھا،

امام کے دادا مالک بن ابی عامر ایک جلیل القدر تابعی اور صحاح کے رُواۃ مین داخل ہین، حضرت عثمان رض کے ساتھ انکو یک گونہ اختصاص تھا، اور اسقدر درجہ رکھتے تھے کہ وہ اُن سے اپنے لیے وظیفہ کے طالب تھے اِسی بناپر انکو حضرت عثمان سے نہایت محبت تھی، جن سرکیف جوانمردون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اون کی لاش کو دشمنون کے نرغہ سے اُٹھاکر دفن کرنیکی خطرناک خدمت انجام دی تھی اونمین ایک یہ بھی تھے فن روایت وحدیث مین اونکو حضرت عمر، عثمان، طلحہ، عقیل بن ابی طالب، ابوہریرہ ام المومنین عائشہ، اور دیگر صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ حاصل تھا، مدینہ کے مشہور فقیہ سُلیمان بن یسار اور خود مالک کے بیٹون نے اور دوسرون نے مالک سے حدیث سیکھی ہے، موطا مین بھی انکی روایت سے حدیث ہے، امام نسائی نے اِنکی توثیق بھی کی ہے، سنہ ۱۲ھ مین وفات پائی،

مالک بن ابی عامر کے تین بیٹے تھے، انس امام مالک کے پدر بزرگوار، اور ربیع اور ابوسہیل نافع، ابوسہیل نافع ایک بلند پایہ محدث، تھے، ثقات تابعین اور ارکان حدیث مین اونکا شمار ہے، صحابہ مین حضرت ابن عمر سے اور تابعین مین اپنے باپ مالک، اور سعید بن المسیب، علی بن حسین اور بہت سے لوگون سے روایت کرتے ہین، امام مالک نے بھی

سلہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۴ ص ۷۷، کلکتہ ؎ موطا، باب تسویۃ الصفوف

موطا مین اِن سے روایت کی ہے، تابعین اور تبع تابعین مین امام زہری، امام مالک اسماعیل بن جعفر وغیرہ اور دیگر اشخاص ان کے شاگرد ہین، امام احمد، ابوحاتم اور نسائی جیسے ائمہ فن نے انکی توثیق کی ہے،

امام کے دوسرے عم محترم ربیع اور آپ کے والد ماجد انس بھی اپنے خاندان کی وراثت علمی سے محروم نہ تھے، تاہم اِس فن مین پایۂ مخصوص نہین رکھتے تھے، اور نہ موطا مین امام نے اِن سے کوئی روایت کی ہے[1]،

امام کی ولادت کا سنہ مختلف فیہ ہے، مورخ یافعی نے طبقات الفقہا مین ۹۴ھ لکھا ہے، ابن خلکان نے ۹۵ھ بتایا ہے، لیکن صحیح تاریخ ولادت ۹۳ھ ہے جیسا کہ محدث ذہبی نے تذکرہ مین تصریح کی ہے اور سمعانی نے انساب مین اسکو اختیار کیا ہے، کہ یہ تاریخ بسند امام کے شاگرد خاص یحییٰ بن بکیر سے مروی ہے، جو مدتون امام کی صحبت مین رہے ہین،

بزرگون نے بچہ کا مالک نام رکھا، کہ آگے چلکر وہ مدینہ کے بیش بہا خزانونکا "مالک" بننے والا تھا، ابن سعد نے طبقات مین واقدی کی روایت سے بیان کیا ہے، اور اسی کو اور لوگون نے بھی نقل کیا ہے، کہ امام مالک تین برس تک شکم مادر مین رہے، لیکن واقدی کی یہ روایت اگر صحیح ہے، تو غالبًا اسکی غلط تعبیر طبی جہالت کا نتیجہ ہے، عورتون کو بعض عوارض ایسے پیدا ہو جاتے ہین جن سے کبھی حمل کے تمام آثار اونپر طاری ہو جاتے ہین اور وہ مدت تک باقی رہتے ہین، اِسی اثنا مین کبھی حمل حقیقی ہو جاتا ہے، ناواقف لوگ اس تمام زمانہ کو

[1] تزیین الممالک بمناقب مالک سیوطی، ابن خلکان ترجمۂ مالک، واسعاف المبطا برجال الموطا سیوطی ترجمہ مالک بن ابی عامر ونافع بن مالک تذکرۃ الحفاظ ذہبی، کتاب الانساب سمعانی،

درست محمل سمجھ لیتے ہین،

امام ابوحنیفہ ۸۰ھ مین پیدا ہوئے تھے، اس لحاظ سے امام مالکؒ ان سے عمر مین ۱۳ برس چھوٹے تھے، اس وقت بنوامیہ کی حکومت کا اوج شباب تھا، ولید بن عبدالملک جو موی سروانی حکومت کا تیسرا تاجدار تھا، سریر آرائے خلافتِ دمشق تھا، فتوحات اسلامیہ کا سیلاب مشرق مین ترکستان، کابل اور سندھ کو عبور کر چکا تھا اور مغرب مین افریقہ اور اسپین کی سرزمینون مین موجین لے رہا تھا، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عہد مین امام پیدا ہوئے اُسکا تاجدار جس سرزمین کو تلوار سے فتح کر رہا تھا، امام کے قلم نے سب سے زیادہ وہین قبضہ حاصل کیا، یعنی طرابلس، ٹیونس، الجزائر، مراکش اور اسپین مین،

تعلیم و تربیت

مدینہ

امام نے ہوش سنبھالا تو اپنے کو علم کے آغوش مین پایا، خود گھوارۂ گھر ہے با ہر تمام شہر علما و فضلا کا مخزن تھا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سینکڑون صحابہ دور دراز مقامات مین نکل گئے تھے، لیکن معدن سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے، تمام اکابر صحابہ جو علوم شریعت کے امین اور قرآن و سنت کے خزینہ دار تھے، اسی شہر اقدس مین سکونت پذیر تھے، عہد نبوی مین اور عہد نبوی کے بعد بھی ۲۴-۲۵ برس تک تمام حکومت اسلامیہ کا یہ مرکز تھا، یہین سے احکام و فتاوی فقہائے صحابہ کی مجلس مین طے ہو کر تمام دنیائے اسلام مین پہنچتے تھے۔

مدینہ کے فقہائے صحابہ

حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت عائشہ جو اسرار شریعت کے رازدان

تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر جن سے بڑھکر آنحضرت صلعم کے اعمال وسنن کا متبع اور واقفکار کوئی دوسرا نہ تھا، حضرت ابن عباس جو حبر الامۃ تھے، حضرت ابو ہریرہ جن سے بڑھکر حدیث کا کوئی دوسرا راوی نہین، تھے، حضرت زید بن ثابت جو کاتب وحی تھے، ان سب کی درسگاہین اسی شہر مین آباد تھین جن سے ہزارون اشخاص وحی وسنت کے علوم کے وارث بنکر نکلے،

صحابہ مدینہ کے تلامذہ

بیت صدیق کی وارث انکی صاحبزادی عائشہ صدیقہ، عائشہ صدیقہ کے تلامذہ کبار اُنکے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ اُنکے بھانجے عروہ بن زبیر تھے، مسند فاروق کے جانشین عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر تھے، حضرت ابن عمر کے شاگردان باخلاص نافع اور عبد اللہ بن دینار اونکے دو غلام، اور سالم بن عبد اللہ اونکے فرزند رشید تھے، حضرت زید بن ثابت نے اپنی وراثت اپنے گھر مین چھوڑی یعنی اونکے بیٹے خارجہ بن زید اسکے مالک ہوئے، ابو ہریرہ نے اپنی امانت اپنے داماد سعید بن مسیب کے سپرد کی، حبر الامۃ (عبد اللہ بن عباس) نے گو اپنی دولت زیادہ تر مدینہ کے باہر کوفہ اور بصرہ مین لٹائی لیکن جو مدینہ مین رہی وہ سعید بن مسیب کے حصہ مین آئی،

تابعین مدینہ

تلامذۂ صحابہ جنکو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین، تمام ملک مین پھیلے تھے لیکن ہمکو صرف مدینہ سے بحث ہے، ان مین سے ممتاز ومشہور لوگون کا ذکر اوپر گذر چکا یعنی قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر نافع، عبد اللہ بن دینار، سالم بن عبد اللہ، خارجہ بن زید، سعید بن مسیب، انکے علاوہ مدینہ منورہ مین چند اور مستند مشاہیر تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، محمد بن منکدر، عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عامر بن عبد اللہ، جعفر صادق، ربیعہ رائی، ابو سہیل نافع بن مالک،

سلیمان بن یسار، وغیرہ یہ وہ بزرگان اسلام ہین جن کے فضل و کمال کے آغوش مین اسلام کے علمِ دین نے نشوونما پائی ہے،

فقہائے سبعہ

ان مین سے ابوبکر بن حارث (سنہ ۹۴ھ) خارجہ بن زید (سنہ ۹۹ھ) قاسم بن محمد (سنہ ۱۰۱ھ) سعید بن مسیب (سنہ ۱۰۱ھ) عبید اللہ بن عتبہ (سنہ ۱۰۲ھ) سالم بن عبد اللہ (سنہ ۱۰۶ھ) سلیمان بن یسار (سنہ ۱۰۷ھ) مدینہ کے فقہائے سبعہ کہلاتے ہین صحابہ کے بعد تمام فتاوی، مسائل، اور مقدمات و قضایا، انھین کے فیصلہ سے طے پاتے تھے، انکی مجلس اجتماعی یعنے جہان یہ ساتون ملکر بیٹھتے تھے اُس عہد کی سب سے بڑی عدالت العالیہ تھی، فقہ مدینہ جس کا ذکر آگے آئیگا انھین فقہائے سبعہ کے علمی مجلسون کے نتائج بحث ہین،

شیوخ مالک

امام صاحب نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا، باستثنائے چند یہ تمام بزرگوار درس و افتا مین مشغول تھے، امام نے ان مین سے اکثر سے استفادہ کیا، اور اسطرح مدینہ کا جو علم متفرق سینون مین پراگندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ مین مجتمع ہوگیا، اور اس لیے امام دار الھجرۃ آپکا لقب ہوا، امام کے شیوخ کی یون تعداد تو بہت ہے اسماء الرجال کی کتابون مین ہے کہ روی عن خلق کثیر یعنی انھون نے بہت سے لوگون سے روایتین کی ہین لیکن موطا مین جن شیوخ سے انھون نے روایت کی ہے، شاہ ولی اللہ صاحب (مقدمہ مسوی) کے قول کے مطابق ۹۶ اشخاص اور میری تلاش کے مطابق ۹۰ اشخاص کے سوا وہ کل کے کل مدینہ کے باشندے ہین، اس سے اور نیز اس واقعہ سے کہ امام کا طلب علم کے لیے دوسرے شہرونکا سفر ثابت نہین، یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے طلب علم کے لیے کبھی مدینہ سے قدم باہر نہین نکالا اور

اسکا سبب ظاہر ہے کہ جس کا گھر اور وطن خود زر و جواہر کی کان ہو اُسکو باہر دوسرون کے آگے ہاتھ پھیلانے کی حاجت کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مدینہ خود مرکز تھا، تمام ملک کے اساتذہ اور شیوخ خود یہان کھنچ کھنچ کر چلے آتے تھے، سال مین ایک دفعہ حج کے موقع پر مدینہ کی زیارت کا شوق لوگونکو کشان کشان لے آتا تھا،

امام کے شیوخ اعزہ

گھر مین امام کے دادا، چچا اور والد خود محدث تھے، امام نے طلب حدیث کی تو اپنے گھر کو آپ ان علوم کا مرجع پایا، امام کے دادا جو ثقات رواۃ مین ہین، امام کے ہوش تک زندہ تھے، امام کی عمر دس برس کی تھی جب اُنھون نے وفات پائی، لیکن شاید اپنے بچپن یا دادا کے بڑھاپے کی وجہ سے کہ محدثین اور عوام دونون کے نزدیک یہ دونون زمانے برابر ہین، اس فیض سے بلا واسطہ آپ نے تمتع حاصل نہین کیا، ابو سہیل نافع امام کے ایک چچا روایت و حدیث کے شیخ تھے، امام زہری وغیرہ کے استاد ہین، امام نے بھی ان سے حدیثین سیکھی ہین آپ کے والد انس اور دوسرے چچا ربیع دونون اپنے باپ سے روایت کرتے ہین، لیکن اُنسے کوئی روایت امام نے موطا مین نہین نقل کی ہے،

ابو سہیل نافع

امام نے غالباً نہایت لڑکپن سے طلب علم شروع کی، کیونکہ خود امام کی زبانی مروی ہے

کنت آتی نافعا و انا غلام حدیث السن	مین نافع کے پاس آتا تھا، تو ایک کمسن لڑکا تھا، میرے
و معی غلام فینزل فیحدثنی،	ساتھ ایک غلام ہوتا تھا، نافع اتر کر آتے تھے اور مجھ سے
(ذہبی ج ۱ ص ۸۸)	حدیث بیان کرتے تھے،

اسوقت تک تعلیم کا نصاب نہایت سادہ تھا، یعنی قرآن مجید، حدیث اور فقہ،

امام نے قرآن مجید کی قراءت و سند، مدینہ کے امام القرا، ابو رویم نافع بن عبد الرحمن المتوفی ۱۶۹ھ سے حاصل[1] کی، جنکی قرأت پر آج تمام دُنیائے اسلام کی بنیاد ہے، نافع بن عبدالرحمن سے اخذ قرأت کی روایت خود امام صاحب کی زبانی منقول ہے، لیکن زمانہ نہین مذکور، اس بنا پر کہ قرآن مجید کی تعلیم ہمیشہ مسلمانون مین لڑکپن مین ہوتی ہے، عجب نہین کہ اُسکا یہی زمانہ ہو،

علم الحدیث

علم حدیث کی تعلیم بھی بچپن ہی سے شروع ہوئی، جیسا گذشتہ روایت سے ثابت ہوتا ہے، اور نیز اوس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام کے سب سے پہلے شیخ الحدیث حضرت نافع ہین، یا ممکن ہے کہ آپ کے چچا ابو سہیل ہون کہ وہ خود گھر کے اندر تھے، لیکن یہ قیاس ہی کہین کوئی اس کی تصریح نہین،

نافع

نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے جنکی جلالت شان ظاہر ہے، آزاد کردہ غلام تھے، اسلام کی روایات مین غلام کا وہ مفہوم نہین جو یورپ کی ڈکشنری مین تمکو نظر آتا ہے، یورپ مین غلام مظلومیت، بیکسی، ذلت، خواری، اور جہالت کا مجموعہ ہے، لیکن اسلام مین عزت، احسان، وفا، تربیت، علم اور جانشینیِ آقا کو کہتے ہین، حضرت ابن عباسؓ کا غلام عکرمہ وہ ہے جس پر علم تفسیر کا مدار ہے، اور یہ حضرت ابن عمرؓ کے غلام نافع ہین، جو حدیث و درایت کے استاد و شیخ تھے،

نافع نے کامل ۳۰ برس حضرت ابن عمرؓ کی خدمت کی ہے، حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ اور متعدد صحابہ حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابو سعید خدری وغیرہم سے

[1] ابن خلکان ترجمۂ مالک و نافع بن عبدالرحمن،

روایت کی ہے، امام اوزاعی، امام زہری، ایوب سختیانی، ابن جریج، امام مالک جیسے ائمۃ الحدیث ان سے شرف تلمذ رکھتے ہین، نافع کی جلالت قدر کا اس سے اندازہ ہوگا کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے جو خود ایک مجتہد و ناقد فن تھے، نافع کو اہل مصر کی تعلیم کے لیے بھیجا تھا، ۷ا۱ھ مین نافع نے وفات پائی،

نافع جب تک زندہ رہے امام مالک اُن کے حلقۂ درس مین موجود رہے، مجلس مین پہونچکر اون سے پوچھتے کہ "ان مسائل مین حضرت ابن عمر نے کیا فرمایا ہے" نافع اُن کے اقوال بیان کرتے تھے[1]، شاگرد کو اُستاد کے علم و فضل پر اتنا غرور تھا، کہ فرماتے ہین کہ "جب مین ابن عمر کی حدیث نافع کی زبان سے سن لیتا ہون تو پھر اسکی پرواہ نہین کرتا کہ کسی اور سے بھی اسکی تائید سنون" شاگرد و استاد کے شرف و قبول کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ روایت مالک عن نافع عن ابن عمر کو دنیا سلسلۃ الذہب یعنی "طلائی زنجیر" کہکر پکارتی ہے،

زہری — نافع کے علاوہ امام نے مدینہ کے دیگر شیوخ کبار سے بھی حدیث سیکھی، جن مین ممتاز لوگ یہ ہین محمد بن شہاب الزہری، جعفر صادق بن محمد، محمد بن منکدر، محمد بن یحییٰ الانصاری، ابو حازم یحییٰ بن سعید،

زہری — محمد بن شہاب الزہری ان کا نام اصل مین محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری القرشی ہے، لیکن مشہور صرف ابن شہاب زہری کے نام سے ہین، صحابہ کے بعد تابعین مین جو لوگ روایت و حدیث کے سلاطین ہین، اُنمین امام زہری کا رتبہ حضرت

[1] طبقات ابن سعد جزء تابعین مدینہ ترجمۂ مالک،

سعید بن مسیب کے سوا سب سے بلند ہی، صحاح ستہ جو اسلام کا کارنامۂ فخر ہے، ابن شہاب زہری کی روایات سے مالامال ہے، ابوبکر بن حزم کے بعد علم حدیث کے یہ دوسرے مدوّن ہین، صحابۂ کرام مین سے حضرت انس وجابر وابن عمر وسہل بن سعد وغیرہم متعدد صحابہ کے دیدار کا اور اون سے روایت کا اونکو شرف حاصل تھا، فقہائے سبعہ اور دیگر شیوخ مدینہ کے سینون مین جو علم منتشر و پراگندہ تھا امام زہری پہلے شخص ہین جنھون نے اسکو اپنے سینہ اور سفینہ کے اوراق مین مجتمع کیا، اور یہی علم امام زہری کے بعد امام مالک کے سینہ مین منتقل ہوا، امام مالک کی زبانی مروی ہے کہ "ابن شہاب زہری جب مدینہ آتے تو ہم طلبائے علم کا اُنکے دروازہ پر ازدحام ہوجاتا"، امام زہری نے مدینہ چھوڑکر شام مین سکونت اختیار کر لی تھی، لیکن امام مالک کو یہ بُعد گوارا نہ تھا، ایک بار شاگرد نے اُستاد سے شکایت کی کہ "مدینہ مین رہکر آپ نے طلب علم کی اور جب کامل ہوگئے تو مدینہ چھوڑکر اوام روا قع شام جاکر آپ بسگئے" اُستاد نے جواب دیا "مدینہ کے آدمی جب آدمی تھے، تو مین مدینہ مین رہا اور جب بدل گئی تو مین بھی نکلگیا"[1]،

امام لیث مصری اعتراف کرتے تھے کہ "زہری سے بڑھکر جامع علم کوئی دوسرا نہین"، خود امام زہری کا بیان ہے کہ "جو چیز مین نے اپنے دل کو سپرد کی وہ کبھی گم نہ ہوئی"، ناقدین حدیث کہتے ہین کہ امام زہری سے بڑھکر متن وسند کا کوئی حافظ نہ تھا، امام مالک کے علاوہ امام لیث مصری، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی، عطا بن ابی رباح، شیخ زہری، عمرو بن دینار، سفیان بن عیینہ، ابن جریج اور اس طبقہ کے عام محدثین امام زہری کے شاگرد تھے لیکن

---

[1] جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۲۲۴

ان سب مین سب سے زیادہ جسنے اونکے نام کو روشن کیا وہ امام مالک تھے، حضرت ابن حنبل سے زیادہ رجال کا ناقد اور کون ہو سکتا ہے، ایک دن اُن سے اُنکے بیٹے نے پوچھا کہ زہری کے شاگردون مین سب سے زیادہ وثوق کے قابل کون ہے؟ تو امام ابن حنبل نے جوابدیا کہ "مالک سب مین سب سے بڑھکر ہین" اُس زمانہ کی انصاف پسندی دیکھو کہ امام زہری نے باین ہمہ علم و فضل خود اپنے شاگرد (مالک) سے بھی استفادہ مین عار نہین کیا ہے، اور بعض شیوخ مین اُستاد و شاگرد دونون مشترک ہین، امام زہری نے ۱۲۴ھ مین وفات پائی،

جعفر صادق

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب معروف بہ امام **جعفر صادق**، اپنے پدر بزرگوار امام باقر، اور عروہ بن زبیر، عطا، اور محمد بن منکدر سے روایت حدیث کی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، شعبہ، ابوعاصم، یحیٰ انصاری، آپ کے تلامذہ ہین، ابو حاتم جو ناقدین رجال مین ہین فرماتے ہین کہ "امام جعفر صادق جیسے بزرگون کی نسبت یہ پوچھنا کہ وہ کیسے تھے انکی کسر شان ہے" ابن حبان کا قول ہے "امام سادات اہل بیت عُبّاد تبع تابعین اور علماے مدینہ مین سے تھے" یحیٰ بن معین نے انکو "موثوق و مامون" کہا ہے، امام موصوف کبھی کبھی اپنے شاگردون کا امتحان بھی لیا کرتے تھے، ایک بار ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اگر بحالت احرام کوئی ہرن کے رباعیہ (چار اگلے بڑے دانت) توڑدے تو کیا لازم آئے گا، امام ابوحنیفہ نے عرض کیا کہ "اے فرزند رسول اللہ! مجھے نہین معلوم" امام جعفر نے فرمایا، "ابوحنیفہ! تم بڑے عقلمند بنتے ہو، یہ نہین جانتے کہ ہرن کے رباعیہ نہین ہوتا ہمیشہ ثنی (دو بڑے دانت) ہوتا ہے"

ابن خلکان ترجمہ جعفر صادق،

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین مصعب بن عبداللہ سے دو روایتین نقل کی ہین، کہ امام مالک نے بنی امیہ کے عہد حکومت تک امام جعفر سے روایت نہین کی جب عباسیونکا زمانہ آیا تو اون سے روایت شروع کی، ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو لیکن جس خوف سے عہد اموی مین وہ اُن سے احتراز کرسکتے تھے وہ خوف تو عباسیون کے عہد مین بھی موجود تھا، پھر یہ سیاسی خوف صرف امام مالک ہی کو کیون ہوتا اس جرم کے مجرم تو اور بھی تھے، اور سب سے اخیر یہ کہ اگر انکو اسکا ڈر تھا تو اسی عہد اُموی مین اونکے سامنے زانوے تلمذ تہ کرتے کیون نہ ڈرے، دوسری روایت یہ ہے کہ امام مالکؒ امام جعفر کے ساتھ جب تک تائیداً دوسرے راوی کو نہین ملا لیتے، تنہا اُن سے روایت حدیث نہین کرتے، یعنی امام مالک امام جعفر کو ضعیف فی الراویہ سمجھتے ہین، یہ روایت قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، موطا خود ہمارے سامنے موجود ہی اکثر روایتین تنہا امام جعفر سے بغیر ضم راوی آخر موجود ہین، تعجب ہی کہ علامہ ذہبی نے اسپر کوئی تنقید نہین کی،

۱۴۸ھ امام جعفر کا سال وفات ہی، بعض روایات مین ہے کہ حضرت جعفر صادق نے وفات کے وقت امام مالک کو اپنا جانشین بنایا[1]، لیکن ثقات مورخین کے ہان مجکو یہ روایت نہین ملی،

محمد بن منکدر

محمد بن المنکدر المدنی کبار تابعین مین ہین، اپنے باپ منکدر بن عبداللہ اور حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوایوب، اور حضرت ابوہریرہ وغیرہم صحابۂ عظام سے روایت کرتے ہین، امام زہری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، شعبہ، سفیان

---

[1] مناقب امام مالک عیسی الزرادی ص ۱۰ مصر، ذیل تزئین۔

بن عیینہ، سفیان ثوری، اور دیگر ائمہ حدیث کے شیخ الروایات ہین، ابن عیینہ کا قول ہے کہ "محمد بن منکدر صدق وراستی کے معدن تھے" صلحائے مدینہ کا انکے پاس مجمع رہتا تھا، ۱۳۱ھ مین وفات پائی،

محمد بن یحیٰ

محمد بن یحیٰ انصاری، بلند پایہ تابعی تھے، اپنے باپ یحیٰ بن حبان اور اپنے چچا واسع بن حبان کے علاوہ، کبار صحابہ مین سے حضرت ابن عمر، حضرت انس، رافع بن خدیج وغیرہم سے روایت کرتے ہین، امام لیث، ابن اسحاق کو ان سے تلمذ ہے، مسجد نبوی مین درس دیتے تھے اور انکا ایک مستقل حلقہ ہوتا تھا، مدینہ مین فتوی بھی دیتے تھے، نسائی، ابن معین، ابوحاتم نے انکی توثیق کی ہے، ۱۲۱ھ مین ۷۴ برس کے سن مین وفات پائی،

ابوحازم

ابوحازم سلمہ بن دینار، صحابہ مین سے سہل بن سعد سے جو مدینہ کے آخری صحابی تھے، اور جنھون نے ۹۱ھ مین ۱۰۰ برس کی عمر مین وفات پائی، لقاؤ روایت کا شرف حاصل ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابن عمر سے بھی روایت کرتے ہین، لیکن سماع ثابت نہین، تابعین مین سے محمد بن منکدر، سعید بن مسیب، ام الدردا الصغریٰ، ابوادریس خولانی سے تلمذ ہے، امام زہری گو عمر و فضل دونون مین ان سے بڑے تھے تاہم ان سے حدیث سیکھتے تھے، امام مالک، ابن عیینہ، ثوری، حماد وغیرہم ان کے شاگرد تھے،

محدثین مین یہ ثقہ اور کثیر الحدیث مشہور ہین، کبھی کبھی مسجد نبوی مین وعظ بھی کہا کرتے تھے، ان کے حلقۂ درس مین نہایت کثرت سے لوگ بیٹھتے تھے، کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ دیر مین آنے والونکو جگہ ملنی مشکل ہوتی تھی، ایک ایسے ہی موقع پر امام مالک پہونچے، جگہ بھر چکی تھی،

بیٹھنے کی جگہ نہ تھی، امام صاحب واپس چلے آئے، لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے پسند نہ کیا کہ میں حدیث نبوی کھڑے کھڑے سیکھوں[1]، امام کا مقصد اس سے یہ تھا کہ بے اطمینانی اور بُعد کے سبب صحتِ سماع مشکل تھی،

ابو حازم نے ۱۴۰ھ کے بعد انتقال کیا،

یحییٰ بن سعید

ابو سعید یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت انس، عدی بن ثابت، علی زین العابدین بن حسین سے تلمذ ہے، امام مالک شعبہ، ثوری، ابن عُیینہ حماد بن زید، حماد بن سلمہ لیث وغیرہم نے ان سے روایت کی ہے، مدینہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے، ابن مدینی کی تحقیق ہے کہ ان کی روایت سے ۳۰۰ حدیثیں ہیں، ابن سعد نے ان کی نسبت لکھا ہے ثقة کثیر الحدیث حجة ثبت سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ نے انکو حفاظ، میں شمار کیا ہے، امام احمد فرماتے ہیں سعید اثبت الناس، ۱۴۳ھ سال وفات ہے،

شیوخ کی تعداد

دیگر شیوخ مدینہ اور بعض شیوخ مکہ و بصرہ و خراسان و جزیرہ سے بھی امام مالک نے روایت کی ہے، موطا میں جن شیوخ سے روایت ہے اُنکی مجموعی تعداد شاہ ولی اللہ صاحب نے مسویٰ کے مقدمہ میں ۵۰ بتائی ہے لیکن اسعاف المبطا برجال الموطا کے تصفح سے میری تلاش و تحقیق کے مطابق انکے شیوخ موطا کی تعداد ۹۴ ہے، جن کے نام بہ ترتیب ہجا روذکر وطن ہم ذیل میں لکھتے ہیں، لیکن یہ تعداد موطا کی ۱۷۲۰، احادیث و آثار کی ہے ورنہ اصل میں امام مالک کی احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی تعداد دس ہزار تھی، تنقید و بحث کے بعد تقریبًا ۰۰۰ خارج کردی گئیں، اگر

---

[1] کتاب العلل ترمذی،

موجودہ ۲۰، صحیح روایات کی، ۹۰ شیوخ کے ساتھ نسبت پیش نظر رکھکر دس ہزار روایات کی مناسبت سے شیوخ کی تلاش کی جاوے تو موجودہ تعداد بہت زیادہ بڑھجائیگی، امام مسلم نے امام مالک کے شیوخ کے حال مین ایک مستقل کتاب لکھی تھی، لیکن اب وہ کہان ملتی ہی؟

شیوخ بہ ترتیب ہجاء

الف

ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی، ابراہیم بن عقبۃ الاسدی المدنی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ اسماعیل بن ابی حکیم المدنی، اسماعیل بن محمد بن سعد المدنی، ایوب بن تیمہ سختیانی بصری، ایوب بن حبیبہ المدنی،

ب

بکیر بن الاشج المدنی

ث

ثور بن زید المدنی،

ج

جعفر بن محمد بن علی الہاشمی المدنی، جمیل بن عبدالرحمان المدنی،

ح

حمید بن ابی حمید الطویل البصری، حمید بن قیس الاعرج المکی،

خ

خبیب بن عبدالرحمان المدنی،

د

داؤد بن حصین الاموی المدنی،

ر

ربیعہ بن عبدالرحمان الرائی المدنی،

ز

زیاد بن سعد الخراسانی، زید بن اسلم المدنی، زید بن ابی انیسہ الجزری، زید بن رباح المدنی،

س

سالم بن ابی امیہ المدنی، سعید بن اسحاق القضاعی المدنی، سعید بن ابی سعید کیسان المدنی، سلمہ بن دینار ابو حازم المدنی، سلمہ بن صفوان الانصاری المدنی، سمی المخزومی المدنی، سہیل بن ابی صالح ذکوان المدنی،

ش

شریک بن عبداللہ المدنی۔

ص

صالح بن کیسان المدنی، صفوان بن سلیم المدنی، صیفی بن زیاد الانصاری المدنی

ض

ضمرہ بن سعید الانصاری المدنی،

ط

طلحہ بن عبداللہ الخزاعی ۔

ع

عامر بن عبداللہ الزبیر المدنی، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم المدنی، عبداللہ دینار المدنی،
عبداللہ بن ذکوان ابوالزناد المدنی، عبداللہ بن عبداللہ بن جابر المدنی، عبداللہ بن عبدالرحمن
ابوطوالہ المدنی، عبداللہ بن فضل بن عباس المدنی، عبداللہ بن یزید المخزمی المدنی، عبدربہ
بن سعید الانصاری المدنی، عبدالرحمان بن خرملہ المدنی، عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ
المدنی، عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق المدنی، عبدالکریم بن مالک الجزری،
عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمان بن عوف المدنی، عبیداللہ بن سلیمان، عبیداللہ بن
عبدالرحمان، عطاء بن ابی مسلم الخراسانی، علقمہ بن ابی علقمہ بلال المدنی، عمارۃ بن عبداللہ
الانصاری، عمر بن حارث ابوامیۃ المدنی، عمرو بن ابی عمر میسرۃ المدنی، عمرو بن یحییٰ الاذقی المدنی،
العلاء بن عبدالرحمان الحرقی المدنی،

ف

فضیل بن ابی عبداللہ المدنی،

ق

قطن بن وہب المدنی

م

مالک بن ابی عامر الاصبحی المدنی، محمد بن ابی امامہ سہیل بن حنیف الانصاری المدنی، محمد بن ابی بکر عوف الحجازی، محمد بن ابی حزم الانصاری المدنی، محمد بن عبداللہ بن صعصعہ المدنی، محمد بن عبدالرحمان بن نوفل الاسدی المدنی، محمد بن عمارہ بن عمرو الانصاری المدنی، محمد بن عمرو بن حلحلۃ الدیلی المدنی، محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی المدنی، محمد بن مسلم ابو الزبیر المکی، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری المدنی، محمد بن المنکدر المدنی، محمد بن یحیٰی بن حبان الانصاری المدنی، مخرمہ بن سلیمان الاسدی المدنی، مخرمہ بن بکیر الاشج المدنی، مسلم بن ابی مریم المدنی، مسور بن رفاعہ القرظی المدنی، موسیٰ بن ابی تمیم المدنی، موسیٰ بن عقبۃ المدنی، موسیٰ بن میسرۃ المدنی،

ن

نافع بن مالک ابو سہیل الاصبحی المدنی، نافع مولی ابن عمر المدنی، نعیم بن عبداللہ المجمر المدنی،

ہ

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المدنی، ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی، ہلال بن اسامۃ المدنی،

و

ولید بن عبداللہ بن صیاد المدنی، وہب بن کیسان القرشی المدنی،

ی

یحیٰی بن سعید بن قیس الانصاری المدنی، یزید بن رومان الاسدی المدنی، یزید بن زیاد المدنی، یزید بن عبداللہ بن اسامہ اللیثی المدنی، یزید بن عبداللہ بن خصیفہ الکندی المدنی،

یزید بن عبد اللہ بن بسیط اللیثی المدنی، یونس بن یوسف المدنی،

باب الکنی

ابو بکر بن عمر بن عبد الرحمان بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب المدنی، ابو بکر بن نافع مولیٰ عبد اللہ بن الخطاب المدنی، ابو لیلی بن عبد الرحمٰن المدنی،

غیر مدنی شیوخ

اگر اس طویل فہرست کو آپنے بغور پڑھا ہی تو ان نامون مین بعض غیر مدنی شیوخ کے بھی نام آپکو ملے ہونگے، شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک وہ ۶ شخص ہین، جیسا کہ مقدمہ مسوّی مین اُنھون نے لکھا ہی لیکن درحقیقت ۹ شخص ہین، ایک شام کے ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی دو مکہ شریفہ کے محمد بن مسلم ابو الزبیر المکی، اور حمید بن قیس الاعراج المکی، دو خراسان کے عطا بن ابی مسلم الخراسانی، اور زیاد بن سعد الخراسانی دو جزیرہ کے عبد الکریم بن مالک الجزری، اور زید بن انیسہ الجزری، اور دو بصرہ کے ایوب سختیانی بصری اور حمید بن ابی حمید الطویل البصری امام نے ان ممالک کا کبھی سفر نہین کیا، اسلیے ان بزرگون سے اخذ و استفادہ کا موقع مدینہ ہی مین ملا ہوگا، کیونکہ زیارت و تشرف کی غرض سے اکثر بزرگان علم کا سال مین ایک بار اور احیاناً کئی بار مدینہ مین گذر ہوتا تھا،

علم الفقہ

یہان تک امام کے شیوخ حدیث کی تفصیل تھی، ایک شیخ حدیث یا محدث کے فرائض، احادیث کے جمع و روایت، روایات کی تصحیح و تضعیف، اتصال و انقطاع، رفع و ارسال، رجال کی توثیق و تضعیف وغیرہ مباحث من حیث الروایۃ تک محدود ہین، اسکے بعد ایک فقیہ کے حدود حکومت کی ابتدا ہوتی ہے، احادیث کا تضاد و تطابق، نسخ و تطبیق، اور ان سے احکام کا

استنباط و تفریع، اُنکے فرض و سُنت و استحباب کی تقسیم، غیر مصرّح بالنص احکام کا قیاس صحیح، ایک فقیہہ کے فرائض و خدمات ہین،

اس تقریر سے یہ ظاہر ہوا ہوگا، کہ فقیہ کا درجہ محدث سے کتنا بلند ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا ہوگا کہ ہر فقیہ کے لیے محدث ہونا ضروری ہے، کہ اگر وہ نفس حدیث کی صحت و ضعف، رفع و ارسال، اتصال و انقطاع اور رجال کی ثقاہت و عدل و قوت، اور دیگر اسباب جرح و تعدیل سے ناواقف ہے، تو وہ استنباط و تفریع و تطبیق و نسخ، و دیگر احکام معنوی کی بنیاد کس سطح پر قائم کریگا؟ اس بنا پر یہ نہایت آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ کسی غیر محدّث فقیہ کا تخیل کس درجہ مضحکہ انگیز ہے!

شیخ الفقہ ربیعۃ الرای

امام مالک نے فقہ کی تعلیم گو نافع وغیرہ دیگر شیوخ سے بھی پائی، لیکن اس کی تحصیل ابوعثمان ربیعہ الرائی سے خاص طور سے کی، ربیعہ مدینہ کے کبار تابعین مین تھے، حضرت انس وغیرہ صحابہ کے دامن تربیت مین تعلیم پائی تھی، امام مالک یحی الانصاری، شعبہ، اوزاعی، لیث وغیرہم جو اس طبقہ کے اکابر رجال و اعیانِ علم ہین، ان کے شاگرد ہین ربیعہ کے ساتھ امام مالک کا اختصاص اس درجہ تھا کہ تاریخ و رجال مین "شیخ مالک" ان کے نام کا جزو ہو گیا ہے، اجتہاد و استنباط و تفریع و رائے مین اسقدر معروف و ممتاز تھے، کہ "رائی" ان کا لقب ہو گیا، امام ابن حنبل انکو "ثقہ" کہتے ہین ابن شیبہ کا قول ہے کہ "وہ ثقہ ثبت اور مدینہ کے مفتیون مین سے ایک تھے۔ خطیب نے لکھا ہے کان فقیہا عالما حافظا للفقہ والحدیث یعنی "وہ فقیہہ عالم اور فقہ و حدیث دونون کے حافظ تھے"،

ربیعہ رائی خاص مسجد نبوی مین درس دیتے تھے۔ امام مالک حسن بصری، شعبہ،

اوزاعی، لیث مصری، یحیی انصاری جیسے علماے افاضل حلقۂ درس مین شریک ہوتے تھے، قرن اول کا مدینہ جو سینکڑون محدثین وفقہا کا مخزن تھا، اُس مین فتویٰ دینا ایک خاص لیاقت وقابلیت کا کام تھا، ربیعہ رائی اِس خاص لیاقت وقابلیت کے ساتھ متصف تھے، اور من جملہ اُن اکابر فقہائے محدثین کے تھے جن کو مدینۃ الرسول کے مفتی ہونے کی سعادت حاصل تھی، سفاح جو دولت عباسیہ کا پہلا فرمانروا تھا، جب اُسنے عہدہ داران حکومت کا انتخاب کرنا چاہا تو **قاضی دار الخلافہ** کا عہدہ انھین کو سپرد کیا، حکومت عباسیہ کا پہلا پایۂ تخت انبار تھا، یہین ۱۳۶ھ مین اونھون نے وفات پائی،

ربیعہ رائی کے مسائل واجتہادات لوگون مین نہایت مقبول ورپسندیدہ تھے، امام مالک جو اب ایک مستقل مجلس درس کے مالک تھے، ایک بار اپنی مجلس درس مین ربیعہ رائی کی احادیث واجتہادات کا ذکر فرمارہے تھے، لوگون کو اتنی دلچسپی ہوئی کہ امام صاحب جب کہکر خاموش ہوئے تو عرض کی کہ کچھ اور اُن کے اجتہادات واحادیث بیان فرمائے، امام نے کچھ اور بیان کیا، لوگون کی تشنگی اب بھی کم نہوئی، خواہش کی کہ کچھ اور ان کے مسائل بیان فرمائے، امام نے فرمایا کہ تم ربیعہ رائی کو کیا کروگے، دیکھو وہان سوتے ہین لوگونکو تسلی نہوئی اور وہان پہونچے، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ربیعہ نے انتقال کیا، فقہ کا مزہ جاتا رہا،

ان کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ ہے، یہ ابھی حمل مین تھے کہ ان کے باپ فرّخ خراسان کی جنگ مین سپاہی بنکر گئے، اور بیوی کو ۳۰ ہزار دینار سپرد کر گئے، وہان سے

۲۷ برس کے بعد انکو لوٹنا نصیب ہوا، اس اثنا میں ربیعہ جوان ہوکر صاحب کمال ہوچکے تھے، مسجد نبوی مین انکی مجلس درس منعقد ہوتی تھی، مان نے تمام دولت بیٹے کی تعلیم پر صرف کردی تھی، فرّخ گھر پہونچے تو اپنا گھر سمجھکر بلا تردد گھر کے اندر قدم رکھا، ربیعہ نے دیکھا کہ ایک غیر شخص اس بیباکی سے اندر گھسا چلا آتا ہے، ڈانٹا کہ خبردار جو اندر قدم رکھا، فرّخ نے جب ایک اجنبی مرد کو گھر کے اندر پایا تو وہ غصہ سے بیتاب ہوگئے، باپ بیٹے دونون نے آستینین چڑھالین محلہ والون مین شور ہوگیا، امام مالک کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے آئے، لوگون نے امام مالک کو دیکھا تو خاموش ہوگئے، امام مالک نے فرمایا "بڑے میان! اور بھی مکانات مین وہان چلکر ٹھہرو" فرّخ نے کہا "یہ میرا مکان ہے اور میرا نام فرّخ ہے" بیوی نے نام سنا تو آواز پہچانی، باہر نکل آئی، اور باپ بیٹے دونون کو گلے ملایا،

جب سکون ہوا تو فرّخ نے بیوی سے روپیہ کا حساب پوچھا، بیوی نے جواب دیا کہ بحفاظت دفن کردیا ہے، فرّخ جب مسجد نبوی مین نماز پڑھنے گئے تو بیٹے کو فضل و کمال کی مسند پر متمکن دیکھا شادان و فرحان گھر آئے، اور بیوی سے ذکر کیا، بیوی نے کہا کہ "تمکو اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت عزیز ہے یا وہ ۳۰ ہزار دینار" فرّخ نے کہا "اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت عزیز ہے" بیوی نے جواب دیا کہ اسی خاک مین مین نے وہ خزانہ دفن کیا ہے[1]،

امام مالک کے شیوخ و اساتذہ کی یہ تعداد اس زمانہ کی کثرت شیوخ کے مذاق کے لحاظ سے نہایت کم ہے، اور عجب نہین کہ اسپر ان لوگونکو تعجب آئے، جو تعداد کو افضلیت کا معیار جانتے ہین

[1] ربیعہ کے یہ تمام حالات ابن خلکان و اسعاف المبطاء ترجمۂ ربیعہ سے ماخوذ ہین

لیکن درحقیقت اِس مین بھی امام مالک کے لیے ایک مزیت خاص مضمر ہے،

صحابہ کے بعد تابعین کا دور شروع ہوا، یہ دورِ ثانی یا قرنِ ثانی گو عمومیت اور اکثریت کے لحاظ سے خیر و برکت کا عہد اور صدق و طہارت کا وقت تھا، تاہم زمانہ کا کوئی دور کبھی ایسا نہین گذرا اور نہ گذر سکتا ہے، جب مجمع انسانی غیر سعادتمندانہ عنصر کے شائبہ سے بالکل خالی ہو، زمانہ کے خیر یا شر ہونے کا فیصلہ صرف نسبتہً ہو سکتا ہے، صحابہ کا قرنِ اوّل اپنے ماقبل و مابعد کی نسبت سے خیر القرون تھا، تاہم وہ ماعز اور زن مخزومیہ وامثالہما کے وجود سے خالی نہ تھا، گو یہ ہستیان بھی قرون مابعد کے اخیار و ابرار سے شرف محبت، قوت ایمان، اعترافِ قصور، وخشیتہ الٰہی اور توبہ و ندامت مین بدرجہا بہتر تھین، عفی اللہ عنہم

امام مالک کا انتخابِ شیوخ

صحابہ کے بعد تابعین کا زمانہ بھی اپنے مابعد کے لحاظ سے برکات کا مجمع اور کمالات کا منبع تھا، تاہم مادّی آبادی مین طوائف انسانی کے جو اقسام ہین اُن سے یکسر پاک نہ تھا، بیسیون آدمی قصداً جھوٹ بولتے تھے بیسیون آدمی اپنی غایت درجہ سادہ دلی سے ہر بولنے والے کو سچا سمجھ کر بلا تامل اوسکی بات نقل کرتے تھے اور اسطرح نادانستہ کذب بیانی مین مبتلا ہو جاتے تھے سینکڑون غیر فقیہہ راوی ایسے تھے جو اپنی روایات کا خود مجمل مفہوم نہین سمجھتے تھے کچھ ایسے تھے جو عدم ممارست فن کے سبب سے جید و ردی مین تمیز نہین کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اُس زمانہ کی آب و ہوا مین روایت حدیث اور اشاعت قول نبوی کا مذاق پھیلا تھا اور یہی اُسوقت عز و شرف کا ذریعہ تھا اس لیے اہل فضل اور مستحقین علم کے پہلو بہ پہلو نا اہل اور غیر مستحقین بھی اپنی مسند بچھاتے پھرتے تھے، باہر کے ناواقف آفاقی جن مین زیادہ تر عراقی تھے، ہر سپید کو سیم خالص سمجھ کر ہر ڈھیر سے بلاتمیز ایک خروارہ اُٹھاتے پھرتے تھے، اور اس بار گران کے ساتھ جب گھر لوٹتے

تھے، تو اپنے کو سب سے بڑے ڈھیر کا مالک سمجھکر خوش ہوتے تھے،

امام مالک کا مدینہ وطن تھا، بچپن سے علما مین تربیت پائی، ایک ایک صاحب حدیث سے برسون کی ملاقاتین رہین، ہر ایک سرمایہ دار کی جنس متاع کے ایک ایک ذرہ سے واقف تھے، اور درحقیقت یہ غیر ممکن ہے کہ غیر مستحقین کی نااہلیت خود اپنے ارباب وطن سے مخفی رہی،

خصوصیات شیوخ امام

امام مالک نے صرف اُنھین اساتذہ فن سے اخذ کیا، جو اہلیت و استحقاق کے مسند نشین تھے اور صرف اُن شیوخ کے حلقۂ درس مین بیٹھے، جو صدق و طہارت مین معروف اور حفظ و فقہ مین ممتاز تھے، امام ممدوح، ہمیشہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ مین کبھی کسی غیر فقیہہ (سفیہہ) کی مجلس مین نہین بیٹھا، امام ابن حنبل فرماتے ہین کہ "یہ مخصوص نعمت تھی جو صرف حضرت امام مالک کے حصہ مین آئی"، امام صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اِس صحن مسجد (نبوی) مین اِن ستونون کے پاس مین نے ستر شیوخ کو پایا جو قال رسول اللہ قال رسول اللہ کہا کرتے تھے، لیکن اِن مین سے ایک کے پاس بھی مین نہین بیٹھا" کبھی فرماتے "مدینہ مین بیسیون اشخاص تھے، جن سے لوگ حدیث سیکھتے تھے، لیکن مین نے کبھی اِن سے اخذ علم نہین کیا، یہ چند قسم کے لوگ تھے، بعض نادانستہ جھوٹ بولتے تھے، بعض مغز سخن سے ناواقف تھے، بعض پورے جاہل تھے۔

ابن وہب جو امام صاحب کے نامور شاگرد ہین، ذکر کرتے ہین کہ امام صاحب نے فرمایا کہ "مدینہ مین ایسے کتنے مقدس لوگ تھے کہ اگر بارش کی دعا مانگی جاتی تو اُنکی برکت سے آسمان سے پانی برس پڑتا، اور بہت سے احادیث و مسائل کی اُنکو سماعت بھی حاصل تھی لیکن مین نے اُن سے استفادہ نہین کیا، کیونکہ وہ صرف متقی و زاہد تھے۔ اور یہ حدیث و روایت اور فتوی کا کام صرف

زہد واتقا اور سادگی سے نہین چل سکتا، اسکے لیے تقاو پرہیزگاری کے ساتھ علم وفہم اور پختگی کی حاجت ہے، وہ یہ جانتا ہو کہ اُس کے منھ سے کیا نکل رہا ہی، اور کل قیامت کے دن یہ معاملہ کہانتک پہونچے گا جبن ہر کیتا، پختگی اور دانائی نہو وہ اس راہ مین مفید نہین اور نہ وہ حجت ہی، اور نہ ایسون سے اخذ علم کرنا چاہیے،،

امام مالک کے بھانجے اسماعیل ابن ابی اویس روایت کرتے ہین کہ مین سنے اپنے ماموں مالک کو کہتے سُنا ہے کہ "یہ علم حدیث، دین ہے، ذرا دیکھو کہ کس سے حاصل کرتے ہو، مین نے ان ستونون کے پاس ستر آدمیون کو قال رسول اللہ قال رسول اللہ کہتے سُنا لیکن مین نے اُن سے ایک حرف نہین سیکھا، حالانکہ اُن مین سے ہر شخص اس لائق تھا کہ اگر ایک خزانہ بھی ان کے سپرد کر دیا جاتا تو اُنکی ایمانداری اور دیانت کے شیشہ مین بال نہ آتا، لیکن وہ اِس فن کے آدمی نہ تھے،،

مطرف بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین نے امام کی زبان سے اُن کا قول سُنا ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ "مین نے اس شہر مین بہت سے نیک وصالح لوگون کو پایا لیکن اُن سے مین نے حدیث نہین سُنی، لوگون نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "جو وہ کہتے تھے وہ سمجھتے نہ تھے"،

امام صاحب نے اہل عراق سے کیون روایت نہین کی

امام کے شیوخ مین کوئی عراقی نہین ہے، ابو مصعب جو امام کے شاگرد اور مشہور محدث ہین وہ بیان کرتے ہین کہ امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اہل عراق سے کیون روایت نہین کی؟ جواب مین فرمایا کہ "مین کیا اُن سے روایت کرون؟ مین نے اُنکو دیکھا ہی کہ وہ یہان آکر اُن لوگون سے حدیث سیکھتے ہین، جنپر وثوق نہین کیا جا سکتا"، ابو مصعب کا بیان ہی کہ "مین نے

کہا کہ وہ اپنے شہر مین بھی ایسے ہی لوگون سے روایت کرتے ہین،، اِسی قسم کا سوال ایک بار امام مالک سے شعیب بن حرب نے کیا کہ آپ لوگ اہل عراق سے کیون نہین روایت کرتے ؟ امام صاحب نے کیا معقول جواب دیا، فرمایا کہ ہمارے بزرگون نے اونکے بزرگون سے روایت نہین کی، اسلیے ہمارے پچھلون نے بھی اُن کے پچھلون سے روایت نہین کی،،

امام مالک جب کسی غیر مدنی شیخ سے اخذ حدیث کرنا چاہتے تھے تو ہمیشہ اُسکا تجربہ و نقد کر لیتے تھے، امام کا کوئی شیخ اگر عراقی کہا جا سکتا ہے تو وہ بصرہ کے ایوب سختیانی مشہور تابعی المتوفی ۱۳۱ھ ہین، جنکی نسبت ابن سعد کہتے ہین کان حجۃ ثقۃ ثبتا فی الحدیث جامعا کثیرا العلم اور جنکو شعبہ نے سید الفقہاء کا خطاب دیا ہے، اور جن کا نام رجال مین احد الائمۃ الاعلام کے وصف ساتھ لیا جاتا ہے، **امام مالک** فرماتے ہین کہ مکہ مین حج کے موقع پر انکو دو سال مین نے دیکھا لیکن اِن سے کوئی حدیث نہین لکھی، تیسرے سال دیکھا کہ وہ صحن زمزم مین بیٹھے ہین، جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جاتا تو وہ اتنا روتے کہ مجکو رحم آتا تھا۔ جب یہ حال دیکھا تو اُنکی حدیث لکھی!

اپنے دادا اور بعض فقہاے سبعہ سے کیون نہین روایت کی

تعجب ہوتا ہے کہ امام جب سن رشد کو پہونچے تو اُسوقت آپکے دادا مالک بن ابی عامر زندہ تھے، اُنکی وفات کے وقت امام کی عمر ۱۲، ۱۳، کی تھی، فقہاے سبعہ مین سے سالم بن عبد اللہ نے ۱۰۶ھ مین وفات پائی جبکہ امام کی عمر ۱۶ برس کی تھی، سلیمان بن یسار نے ۱۰۷ھ مین انتقال کیا، اور اُسوقت امام ۱۷ سال کے تھے، تاہم اِن بزرگون سے بلا واسطہ کوئی روایت نہین کی! اس کا سبب خود امام صاحب نے بیان فرما دیا ہے کہ "مدینہ مین بعض ایسے لوگونکا زمانہ مین نے پایا ہے کہ

وہ ۱۰۰ برس ۱۰۵ برس کی عمر کو پہونچ گئے تھے، لیکن ایسے بوڑہون کی روایت نہین لی جاتی ہے، اور اگر کوئی لے تو عیب شمار کیا جائیگا،، اور یہ بالکل سچ ہے کیونکہ عمر کے ضعف کا حفظ و عقل کے ضعف پر جو اثر پڑتا ہے اُس کا کون انکار کرسکتا ہے؟

امام مالک کے اس احتیاط و تمیز و نقد کا یہ اثر ہوا کہ امام مالک جس شیخ سے روایت کرتے تھے وہ ثقاہت و عدالت وحفظ مین نشان سمجھا جاتا تھا، یحیی بن معین جو مبصرین فن حدیث کے امام ہین فرماتے ہین کہ "ہم لوگ امام کے آگے کیا ہین؟ ہم لوگ تو امام مالک کے نقش قدم پر چلتے ہین، جب کسی شیخ کا نام آتا ہی تو دیکھتے ہین کہ امام مالک نے اس سے لیا ہے یا نہین، اگر نہین لیا ہے تو چھوڑ دیتے ہین" احمد بن حنبل سے کسی نے ایک راوی کی نسبت پوچھا، اُنھون نے فرمایا کہ "میرے نزدیک وہ اچھا ہی کیونکہ امام مالک نے اُس سے روایت کی ہی[1]"

امام مالک فطرتًا قوی الحافظہ تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز میرے خزانۂ دماغ مین آکر پھر نہ نکلی[2]، اور خود دوسرونکو اسکا اعتراف تھا، ابو قلابہ کہتے ہین کان مالک احفظ اهل زمانہ[3] ایک بار جب اُستاد ربیعہ کی معیت مین امام زہری کی مجلس مین حاضر ہوئے، امام زہری نے اُس دن چالیس سے زیادہ حدیثون کا املا کیا، دوسرے دن پھر مجلس منعقد ہوئی تو امام مالک اپنے اُستاد کے ساتھ پھر حاضر ہوئے، امام زہری نے کہا، کتاب لاؤ مین اُس سے بیان کرون، کل جو مین نے بیان کیا اُس سے تمکو کیا فائدہ ہوا؟ ربیعہ نے کہا اِس مجلس مین ایک شخص ہے جو کل کی تمام حدیثین زبانی سنادیگا، زہری نے پوچھا کہ وہ کون ہی؟ ربیعہ نے کہا "ابن ابی عامر! زہری نے اشارہ کیا کہ سُناؤ، امام صاحب فرماتے ہین کہ چالیس حدیثین مین نے سنائین، زہری نے

اساتذہ آپکے معترف تھے

[1] ان تمام اقوال کے لیے دیکھو مقدمہ اسعاف، [2] تذکرۂ ذہبی ترجمۂ مالک، [3] تزیین الممالک صفحہ ۱۹ مصر،

تعجب سے کہا کہ میرا خیال تھا کہ میرے سوا کسی کو یاد نہین ہین[1]،

شوق علم اور فراغ قلب بہت کم مجتمع ہوئے ہین امام بخاری پر ایک وقت تین دن ایسے گذرے ہین جنمین اُنھون نے جنگل کی بوٹیون پر قناعت کی ہے، اور یہ اُنکی زندگی کا مشہور واقعہ شمار ہوتا ہے، امام مالک بھی اس راہ مین پیچھے نہین ہین فقر سے نوبت یہانتک پہونچی تھی کہ چھت کی کڑیان فروخت کر کے ضرورتین پوری کین لیکن دست طلب علم کوتاہ نہین کیا[2]، اسی لیے امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ لایبلغ احد مایرید من ھذا العلم حتی یضربه الفقر ویوثره علی کل حال یعنی اُس علم مین کمال اُسوقت تک نہین حاصل ہوتا جب تک وہ مبتلاے فقر نہو اور اس پر بھی وہ بہرحال طلب علم کو ترجیح نہ دے[3]" امام مالک طلب علم کے لیے بجز موسم حج کے مدینہ سے باہر نہین نکلے، اس سے یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ اُنکو طلب علم کے لیے محنت نہین اُٹھانا پڑتی، ابن سعد نے امام مالک سے بیک واسطہ روایت کی ہے، کہ نافع سے حدیث سیکھنے کا وقت ٹھیک دوپہر کو مقرر تھا، دوپہر کی دھوپ مین بلاسایہ شہر سے باہر بقیع مین جاتا تھا، جہان اُن کا مسکن تھا، مدینہ کے ایک فقیہ ابن ہرمز تھے، اُنکے گھر صبح کو آتا تھا، تو رات کو جاتا تھا[4]،

مجلس درس

گذشتہ باب مین معلوم ہو چکا ہے کہ امام صاحب کی لیاقت و استحقاق کا اعتراف عام طور سے کیا جارہا تھا اور اس بنا پر خود امام کے شیوخ کی موجودگی مین مستفیدین کا الگ حلقہ

---

[1] تزئین الممالک ص ۳ مصر [2] تذکرۂ ذہبی ج ۱ [3] تزئین نقلاعن الحلیۃ لابی نعیم ص ۱۵، مصر [4] طبقات ج ص



قائم ... ربیعہ المتوفی ۱۳۶ھ زندہ ہی تھے کہ امام مالک فقہ و فتویٰ کے مرجع بن گئے[۱] اور ربیعہ کی وفات کے بعد تو فقہ و رای و اجتہاد کے مجمع علیہ امام تسلیم کر لیے گئے، ابن لہیعہ جو مصر کے ایک شیخ حدیث ہین اُنھون نے شیخ مدینہ ابو الاسود نعیم بن عروہ بن زبیر سے پوچھا کہ ربیعہ کے بعد مدینہ مین فقہ و اجتہاد کا امام کون ہے؟ اُنھون نے جواب دیا کہ نوجوان اصبحی (مالک بن انس اصبحی)[۲]

مجلس حضرت ابن عمر

فن حدیث مین امام صاحب کے خاص شیخ حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر صحابہ مین آنحضرت صلعم کے اعمال و سنن کے سب سے زیادہ عالم تھے، امیر معاویہ اور حضرت علی کی مناقشات کے موقع پر بعض صحابہ کی رائے تھی کہ حضرت ابن عمر خلیفہ اسلام ہون، آپ نے فرمایا کہ "ایسی خلافت جس مین کسی مسلمان کا ایک قطرہ بھی خون گرے، مجھے منظور نہین"، اکثر صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ابن عمر کے سوا ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا، حضرت ابن عمر آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ برس تک حدیث و فقہ و فتویٰ و ارشاد کے مرکز رہے،

مجلس نافع

حضرت نافع کامل ۳۰ برس تک سفر و حضر، قیام و قعود، لیل و نہار، خلوت و جلوت مین ہمیشہ حضرت ابن عمر کے ساتھ رہے، اور اُنکے بعد اُنکی مجلس درس مین اُنکے جانشین ہوے، ۱۱۷ھ مین وفات پائی، امام مالک کم از کم ۱۲ برس حضرت نافع کے درس مین رہے،

مجلس مالک

حضرت نافع کی وفات کے بعد امام مالک اُن کے جانشین ہوئے، شعبہ جو کوفہ کے راس المحدثین تھے وہ بیان کرتے ہین کہ "نافع کی وفات کے ایک سال بعد مدینہ آیا تو دیکھا کہ مالک

---

۱ تزئین الممالک ص ۱۰، عن ابی نعیم فی الحلیہ، ۲ ابن خلکان ترجمہ مالک، ۳ تزئین الممالک ص ۹ عن الغافقی۔

ایک حلقہ کے صدر نشین ہیں[1]، اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب نے سنہ ۱۱۷ھ مین اپنی مجلس درس مستقل قائم کی،

مجلس کی تہذیب

امام صاحب کی مجلس درس ہمیشہ پرتکلف فرش اور بیش قیمت قالینون سے آراستہ رہتی تھی، وسطِ مجلس مین شہ نشین تھی، جس پر امام صاحب صرف املائے حدیث کے موقع پر رونق افروز ہوتے تھے، جابجا شرکائے مجلس کے لیے پنکھے پڑے رہتے تھے، جب حدیث کا درس ہوتا مجمر مین عود و لُبان جلایا جاتا، صفائی و نزاہت کا یہ عالم تھا کہ فرش پر ایک تنکا بھی بارِ خاطر ہوتا تھا، جب حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا، پہلے وضو یا غسل کرکے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے، بالون مین کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے، اور اس اہتمام کے بعد مجلس علمی کی صدارت کے لیے باہر تشریف لاتے،

تمام لوگ سرنگون خاموش مودب بیٹھتے تھے، یہان تک کہ امام ابوحنیفہ بھی جب امام کی مجلس درس مین آکر شریک ہوئے تو وہ بھی اُسی طرح مودب ہو کر بیٹھے، اسوقت امام صاحب کی ادا ادا سے شکوہ اور وقار کا اظہار ہوتا تھا، تمام مجلس پر ایک مقدس سکوت طاری رہتا تھا، امام شافعی فرماتے ہین کہ ہم لوگ کتاب کے ورق بھی اس ڈر سے نہین اُلٹتے تھے کہ کھڑکھڑاہٹ کی آواز نہو، جاہ و جلال اور شان و شکوہ سے کاشانۂ امامت پر بارگاہِ شاہی کا دھوکا ہوتا تھا طلبہ کا ہجوم، مستفتیون کا ازدحام، امرا کا ورود، علما کی تشریف آوری، سیاحون کا گذر، حاضرین کی مودب نشست، در خانہ پر سواریون کا انبوہ دیکھنے والون پر رعب و وقار طاری کردیتا تھا،

[1] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ترجمہ مالک، [2] تزئین الممالک نقلاً عن ابی نعیم والغافقی ص ۱۳ و ۱۶ و بستان المحدثین ترجمہ مالک، [3] تذکرۂ ذہبی ترجمہ مالک، [4] توالی التاسیس بمناقب ابن ادریس ابن حجر، [5] تزئین نقلاً عن الخطیب ص ۱۷،

اسی موقع پر ایک شاعر کا گذر ہوا تو بے اختیار اسکی زبان سے یہ دو شعر نکل گئے[1]،

یدع الجواب فما یراجع ھیبۃ	والسائلون نواکس الاذقان
اگر امام جواب نہین دیتے تو ہیبت سے پھر پوچھا نہین جاسکتا	پوچھنے والے سر نیچے کیئے رہتے ہین،
ادب الوقار وعز سلطان التُقیٰ	فھو المھاب ولیس ذا سلطان
وقار کا ادب اور سلطان تقویٰ کا جاہ وجلال ہے	لوگ اس سے ڈرتے ہین حالانکہ یہ صاحبِ حکومت نہین ہے

ہان، امام صاحبِ حکومت نہ تھے لیکن صاحبِ حکومت اس آستانہ پر آکر جھکتے تھے امام شافعی نے اپنی تعلیم کے لیے والی مدینہ کو بغرض سفارش جب در امامت پر لانا چاہا تو اُسنے کہا "میرا کہان وہان گذر" ہارون رشید جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے موطا کی سماعت کی خواہش ظاہر کی، امام صاحب نے فرمایا کہ "کل کا دن اسکے لیے ہے" ہارون رشید منتظر رہا کہ امام صاحب دربار مین خود آئینگے، کل کا دن آیا تو امام صاحب اپنی مجلس درس مین تشریف فرما رہے، ہارون رشید نے پوچھا تو فرمایا کہ العلم یزار ولا یزور "علم کے پاس لوگ آتے ہین، لوگون کے پاس علم نہین جاتا" اور آخر ہارون رشید کو باین ہمہ جاہ وجلال خود امام کی مجلس مین حاضر ہونا پڑا،

مجلس مین عام وخاص کی تمیز نہ تھی ہارون نے جب درس کی شرکت کا ارادہ کیا تو کہا کہ عام لوگون کو باہر کر دیجیے، امام صاحب نے فرمایا کہ "شخصی منفعت کے لیے عام افادہ کا خون نہین کیا جاسکتا[2]"، اللہ اکبر! کیا پاک روحین تھین،

آدابِ درس — حدیث کا املا مسجد نبوی یا مجلس درس سے باہر نہین کرتے تھے، مہدی اور ہارون دونون

---

[1] تزئین نقلاً عن الخطیب ص ۱۷، [2] مناقب مالک لابن مسعود الزوادی، ص، ۲۹، مصر،

نے خیمۂ خلافت مین املا کی خواہش کی لیکن امام نے انکار کردیا، جلدی مین یا کسی کام کی مصروفیت مین یا راہ چلتے ہوئے حدیث نہین بیان فرماتے تھے کہ خلاف ادب ہے، اور اصل یہ ہے کہ سماع وفہم حدیث کے لیے اطمینان اور حضور قلب چاہیے جو ان موقعون پر عموماً مفقود ہوتے ہین، اسلیے احتراز فرماتے تھے، مجلس مین زور زور سے بولنا بھی وہان خلاف ادب تھا، ایک بار خلیفہ منصور امام سے مسجد مین مناظرہ کر رہا تھا، آواز نہایت بلند ہو رہی تھی، امام نے ڈانٹ کر یہ آیت پڑھی،

لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، پیغمبر کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو،

عادت شریف یہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع صبح تک مصلیٰ پر اوراد ووظائف مین مشغول رہتے، طلوع صبح کے بعد لوگ آنا شروع ہوتے، امام صاحب لوگونکی طرف متوجہ ہوکر ایک دو آدمیوں سے خیریت پوچھتے مجلس کی یہ ترتیب تھی کہ قریب تر جیّد ومستعد وصاحب فہم طلبہ کو جگہ دیتے، پھر علی قدر المراتب لوگ آآکر بیٹھتے جاتے، ابتدائے درس سے پہلے فرما دیتے کہ "مستعد وصاحب فہم لوگ قریب بیٹھیں"، املا، آہستہ اور سکون کے ساتھ کہتے، ایک حدیث ختم ہوجاتی تو دوسری حدیث شروع کرتے،

طریقۂ درس مختلف شیوخ کی مجالس مین درس کا طرز مختلف تھا، اکثر شیوخ کا دستور یہ تھا کہ وہ خود کسی بلند مقام پر بیٹھ جاتے، یا کھڑے ہوجاتے، طلبہ بترتیب پس وپیش قلم دوات لیکر بیٹھ جاتے، شیخ زبانی یا اپنا جزء حدیث ہاتھ مین لیکر اس سے املا کرتا، طلبہ لکھتے جاتے تھے، مجلس درس مین اگر غیر معمولی اجتماع ہوتا تو تھوڑی تھوڑی دور پر مُستملی کھڑے ہوتے جو شیخ کے الفاظ بعینہٖ آگے کو پہونچاتے"، امام مالک بھی کبھی کبھی اس طریقہ سے درس دیتے تھے، ابن عُلیہ جو ایک جیّد شاگرد تھے، امام کے مستملی تھے،

لیکن مدینہ کے اکثر شیوخ کا دستور یہ تھا کہ وہ اپنی احادیث و فتاوی و تعلیقات کو پہلے قلمبند کر لیتے، یا کسی مستعد و صاحب فہم شاگرد کو لکھنے پر مامور کرتے، لکھے ہوئے اجزا کاتب کے ہاتھ مین ہوتے اور وہ مجلس مین اُسکو پڑھتا شیخ جابجا اُسکے مطالب کی تشریح کرتا جاتا کاتب سے غلطی ہوتی تو اُسکی تصحیح کردیتا امام صاحب کے کاتب کا نام ابن حبیب تھا جنکا شمار محدثین کبار مین ہی، اور کبھی معن بن عیسیٰ، یا اور دیگر تلامذہ پڑھتے، یہی سبب ہی کہ امام کے بعض تلامذہ مثلاً یحییٰ جنکی روایت بخاری مین ہے بجاے حدثنا مالك واخبرنا مالك کے قرأت علی مالک کہتے ہین،

امام صاحب اس اُصول کی اکثر بشدت پابندی کرتے تھے، یحییٰ بن سلام اسی بات پر ناراض ہوکر مجلس سے اُٹھ گئے کہ "خود نہین پڑھتے شاگردون سے پڑھواتے ہین" یحییٰ بن سلام تو خیر ایک ادنیٰ شاگرد تھے، خود خلیفہ وقت ہارون نے امین و مامون کے لیے کہا کہ آپ پڑھیے یہ سنین تو شیوخ مدینہ کا نام گنا کر فرمایا کہ "ہمارے شہر کے شیوخ کا یہی دستور تھا"[1] اور کیا عجیب بات ہے کہ جس امر پر لوگون کو اسقدر اصرار تھا وہی آج ایک مدت سے تمام مدارس اسلامیہ کا دستور عام ہی،

اس طریقہ کی خوبی

شیوخ مدینہ کا یہ طریقہ متعدد وجوہ سے افضل و احفظ ہی، مجمع عام مین جب کوئی شخص بولنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو عموماً عجلت، کثرتِ ازدحام اور کبھی مرعوبیت کے سبب سے اُس سے سامحت ممکن ہے، بخلاف اسکے اگر پہلے سے لکھ لیا جائے تو فراغ خاطر، اطمینان قلب اور فرصتِ فکر و مراجعت کے سبب سے صحت و حفظ و وثوق کے ذرائع زیادہ ہین، محدث کا خود قرأت نہ کرنا، اس لیے زیادہ مناسب ہی کہ وہ دوبارہ سنکر اپنے مسودہ کی تصحیح کرسکے، کیونکہ خود پڑھنے مین اکثر دیکھا گیا کہ زبان و نظر

[1] تزئین نقلاً عن فضائل مالک لابن فہر

اپنی یاد کی بنا پر غلط لکھے ہوئے کو بھی صحیح پڑھتی ہے، دوسرا اجنبی شخص ہر سطر پہ بار بار ٹھہرتا ہے اور اسطرح معلّم کو ہر مرتبہ غلطی پر تنبیہ ہوتی ہے، لیکن اس سے بھی بہتر مصلحت اس مین یہ ہے کہ اکثر فقہائے محدثین احادیث و آثار کے ساتھ اپنی ذاتی تحقیق و راے یا کسی لغت کی شرح بھی بیان کرتے جاتے تھے، چنانچہ امام زہری کا یہی طرز تھا، لیکن اس طرز مین ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اکثر طلبہ اصل اور اضافہ مین تمیز نہین کر سکتے تھے، متن حدیث اور شیخ کے کلام مین اُن کو اشتباہ ہوتا تھا، امام مالک کا جو طرز تھا وہ نہایت محفوظ تھا، اصل تو کاتب پڑھتا تھا، اور اضافہ خود اپنی زبان مبارک سے ادا کرتے تھے، اسطرح ہر طالب علم کو اصل و اضافہ وادراج مین فرق معلوم ہوجاتا تھا،

مجلس درس کی شہرت

ایک تو مدینہ خود اسلام کا گہوارہ اور نسلاً بعد نسل علم دین کا مرکز تھا، دوسرے یہ کہ امام ہمام کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا، ان اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر نے وہ پر و بال نکالے کہ دنیائے اسلام مشرق سے مغرب تک امام کے آوازۂ شہرت سے معمور ہوگئی، اور امام کی درسگاہ اختلاف مرز و بوم کی بوقلمون زار بن گئی، ایک طرف سیستان

وسعت جغرافی

دوسری صدی کی مملکت اسلام کا مشرقی گوشہ اور دوسری طرف قرطبہ دنیاے اسلام کا مغربی گوشہ دونون کے ڈانڈے مدینۃ الرسول کی سرحد مین آکر مل گئے (ممالک عرب) مدینہ، مکہ، صنعا، ایلہ، سیراف، عدن، طائف، یمامہ، ہجر، حضرموت، زبید، فدک، بلقا، (ممالک شام) دمشق، عسقلان، خلاط، مصیصہ، بیروت، حمص، طرسوس، رملہ، نصیبین، حلب، بیت المقدس، اردن، صور، انطاکیہ (ممالک عراق) بغداد، بصرہ، کوفہ، حران، موصل، جزیرہ، واسط، انبار، رقہ، رہا (ممالک عجم) جرجان، کرمان، ہمدان، رے، طالقان، نیشاپور، طبرستان، طوس، مدائن، قزوین

قوہستان، صغان، آمد، کردستان، دینور، سجستان، (ممالک ترکستان) ہرۃ، بخارا، سمرقند، خوارزم، مرو، سرخس، ترمذ، بلخ، نسا، (ممالک مصر) مصر، اسکندریہ، فیوم، اسوان، تنیس، (ممالک افریقہ) افریقیہ، تونس، قیروان، برقہ، طرابلس، مغرب، مراکش، (ممالک اندلس) طلیطلہ، تبسطہ، باجہ، قرطبہ، سرقسطہ، اٹلی سسلی، (ایشیائے کوچک) آذمیر یعنی سمرنا، الغرض ایشیا، افریقہ اور یورپ ہر سہ معلوم بر اعظم سے مسافرانِ علم کے کاروان بلا انقطاع، مدینہ کا رُخ کرنے لگے، اور اس طرح پیغمبرِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشنگوئی پوری ہوئی،

عن ابی هریرة عند الترمذی وابن حبان والطبرانی، وعن ابی موسی الاشعری عند الحاکم عن النبی صلی الله علیه وسلم یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینة واللفظ للترمذی، قال الترمذی هذا حدیث حسن،

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آئیگا جب لوگ طلب علم کے لیے اونٹ ہنکائینگے، لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم وہ کسی کو نپائینگے،

جغرافی وسعت سے قطع نظر کرکے اگر مستفیدین و تلامذہ کے حلقہ پر نظر کیجائے تو ہماری حیرت مین متعدد وجوہ سے اضافہ ہوجاتا ہے کہ ایک شخصیت ایک یونیورسٹی کا کام کیونکر انجام دیتی تھی!

تلامذہ و مستفیدین

اِس حلقۂ درس نے کس قسم کے اشخاص پیدا کیے؟ اور اس فیض عام کا اثر کہانتک پھیلا؟

[1] خطیب نے رواۃ عن مالک مین جن لوگونکے نام لکھے ہین ہم نے سیوطی کی تزیین الممالک کے حوالہ سے اُنکے شہرونکے نام دیکھکر جمع کرلیے ہین،

اسکا جواب امام کے مسترشدین و مستفیدین و تلامذہ کی فہرست سے ظاہر ہوگا، محدث ذہبی لکھتے ہین وحدث عنه اصم لا یکادون یحصون "امام مالک سے اتنے لوگون نے روایت کی ہی کہ جن کا شمار تقریبًا نا ممکن ہے[1]" تلامذہ مین وہ لوگ بھی داخل ہین جو اور علما کی مجلس سے فضل و کمال کی سند حاصل کر چکے تھے، بلکہ خود امام کے شیوخ بھی امام کے احسان علمی کے بار سے سبکدوش نہ تھے[2]، خود امام مالک فرماتے تھے کہ "بہت کم ایسے لوگ ہین جن سے مین نے سیکھا ہے، اور آخر اُن کو خود مجھ سے پوچھنے کی حاجت نہ پڑی[3]"

تلامذہ کی خصوصیات

امام کو اپنے تلامذہ و مستفیدین کی حیثیت سے بھی متعدد خصوصیات حاصل ہین جس کثرت جس رُتبہ اور جس طبقہ کے لوگ امام کے حلقۂ فیض مین داخل ہین، تمام محدثین و فقہا مین کسی کو نصیب نہین، وذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو فضل عظیم،

کثرت عدد

۱- کثرتِ تعداد کے لحاظ سے امام مالک کے مستفیدین و تلامذہ کی تعداد ۱۳۰۰ سے زیادہ ہی، ہمکو معلوم ہے کہ امام بخاری کے شاگرد فربری کی روایت کے مطابق بخاری کے شاگردون کی تعداد ....۹ ہی لیکن اگر عوام و خواص کی کثرت و قلت کوئی قابلِ امتیاز شے ہی، تو نوّے ہزار عام انسانونکی بھیڑ اُن تیرہ سو منتخب روزگار کا مقابلہ نہین کرسکتی، جن مین باستثنائے چند (۴ یا ۵) ہر ایک اِس فن کا نکتہ دان اور بلند پایہ محدث ہے، اور یہ کون نہین جانتا کہ،

یکے مردِ جنگی بہ از صد ہزار

شہرت و معرفت

۲- امام بخاری کے نوّے ہزار عام رواۃ کے حالات بجز ایک تعداد مخصوص (شاید ۱۰ یا ۱۵) مجہول

[1] تذکرۂ ذہبی ج ۱ ص ۱۰۷ حیدرآباد دکن [2] تقریب التہذیب "مالک بن انس"، [3] تزیین الممالک نقلا عن فضائل مالک لابن محمد الزہرانی ص ۴۰،

ومستور اور نام بنام غیر معلوم ہین، لیکن امام مالک کے رواۃ وتلامذہ نام بنام، ایک ایک حالاً و خبراً وجرحاً وتعدیلاً معلوم ومشہور ہین، ابو بکر خطیب بغدادی، ابن بشکوال اندلسی، قاضی عیاض، شمس الدین دمشقی، حافظ سیوطی نے ایک ایک کو گن دیا ہے، ان کو عدداً وترتیباً بترتیب ہجا، رسائل مین جمع کردیا ہے، فشتان بینهما[1]

۳۔ عموماً عام محدثین کے تلامذہ کی جغرافی حیثیت اسقدر وسیع نہین جسقدر امام مالک کی، ہم اس سے پہلے باب مین بہ تفصیل ایک ایک ملک وشہر کا نام لکھ چکے ہین، امام ابوحنیفہ کے تلامذہ تمام عجم وعرب مین پھیلے تھے، لیکن افریقہ واندلس اُن سے بے نیاز رہا، امام اوزاعی کا علم اُندلس مین پھیلا لیکن ممالک عجم اُن سے مستفید نہوے، لیکن امام مالک کے علم ومعارف نے دنیائے اسلام کے ایک گوشہ کو بھی اپنی غلامی سے آزاد نچھوڑا،

در دیر وحرم کیست کہ آزاد بماندا ست

فضل کمال ۴۔ لیکن ہمارے نزدیک تلامذہ کی کثرت اور جغرافی وسعت اس قدر مایۂ فخر نہین ہے، جسقدر اُن کا علوے رُتبہ، رفعتِ کمال اور کثرتِ فضل، امام مالک اپنے ہم سرون مین جسقدر اس حیثیت خاص مین ممتاز ہین، اُسکو محض عطیہ الٰہی سمجھنا چاہیے، جو صرف عالمِ مدینہ کے لیے مقدر تھا، امام المحدثین زہری شیخ مالک، امام صادق جعفر بن محمد شیخ مالک، امام الحدیث یحیٰ بن سعید انصاری تابعی شیخ مالک، امام القراء نافع بن ابی نعیم شیخ مالک، ہشام بن عروہ فقیہ مدینہ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ ناقد الحدیث

[1] رواۃ مالک للخطیب لبغدادی، ابن عساکر، مسند امام ابوحنیفہ لابن خسرو، دارقطنی کتاب لذبائح، بدرالدین زرکشی فی النکت علی ابن الصلاح، مسند ابوحنیفہ لابی الضیاء، اکمال الاکمال قلمی کتبخانہ بانکی پور، فن حدیث نمبر ۲۴۲ شرح زرقانی ج ۱ ص ۳ مصر، تزئین الممالک سیوطی، ص ۵۰، محلّی شرح موطا مولنا عبدالسلام حنفی قلمی مقدمہ، ان تمام کتابوں مین امام ابوحنیفہؒ کے تعداد کا تذکرہ ہے

یحیٰ بن سعید القطان، سفیان ثوری امام کوفہ اوزاعی فقیہہ کوفہ، امام محمد، قاضی ابویوسف، وکیع بن الجراح، ابن ابی ذہب فقیہہ مدینہ، عبداللہ بن دینار تابعی شیخ مالک سفیان بن عیینہ امام الحدیث، عبداللہ بن مبارک امام خراسان، عبدالرحمان بن القاسم فقیہہ مصر، لیث بن سعد امام مصر سلیمان بن اعمش شیخ الحدیث، ایوب سختیانی شیخ مالک، زبیر بن بکار امام الحدیث، حجۃ الحدیث شعبہ بن الحجاج، امام السیر موسیٰ بن عقبہ شیخ مالک، ناقد الحدیث عبدالرحمان بن مہدی، امام الحدیث ابن جریج وغیرہم ائمہ کبار و ارباب فن امام مالک کے حلقۂ مستفیدین و تلامذہ میں داخل ہیں حالانکہ ان میں سے ہرایک اپنی اپنی اقلیم کا مستقل فرمانروا ہے،

تنوع طبقات

۵ لیکن اس سے بھی زیادہ ایک عجیب شے یہ ہی کہ امام کا حلقۂ افادہ اتنے مختلف الانواع طبقوں کو مشتمل ہی کہ حیرت ہوتی ہی کہ یہ مختلف سمت و جہت کے خطوط کیونکر ایک ہی مرکز کیطرف رجوع ہوئے،

خلفائے اسلام

ابوجعفر منصور، مہدی، موسیٰ، ہادی، ہارون رشید، محمد امین، عبداللہ مامون،

امرائے بلاد

حسن بن مہلب شیبانی امیر خراسان، عبداللہ بن سعید بن عبدالملک بن مروان اموی، ہاشم بن عبداللہ التجیبی امیر برقہ (افریقہ)

تابعین و شیوخ امام

ابن شہاب زہری، یحیٰ بن سعید انصاری، محمد بن عبدالرحمان ابوالاسود، شعبۂ نافع القاری جعفر صادق، ہشام بن عروہ، ربیعہ رائی، ابوسہیل نافع، سفیان ثوری، حماد، ایوب سختیانی محمد بن

مطرف ابوغسان، عبداللہ بن دینار، یزید بن عبداللہ، وغیرہم،

ائمہ محدثین

محمد بن عجلان، حیوۃ بن شریح، سلام التیمی، یحیٰ بن سعید القطان، یحیٰ بن بکیر، یحیٰ مصمودی، زید بن اسلم، وہیب بن خالد، ابن ابی ذئب، وکیع بن جراح، ولید بن مسلم الدمشقی، خالد امام خراسان، مسلم بن خالد زنجی، سفیان اعمش، زبیر بن بکار، ابراہیم امام مصیصہ، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، ابن لہیعہ، عبدالرحمان بن مہدی، عبدالعزیز بن محمد الداوردی، ابونعیم فضل بن دکین، عبدالملک بن جریج، عبدالرزاق بن ہمام، لیث بن سعد، شیخ الاسلام محمد بن مبارک، ہشیم بن جمیل محدث انطاکیہ، قتیبہ بن سعید محدث خراسان، حافظ الحدیث ابومحمد زہرانی، سلیمان بن داؤد طیالسی، معن بن عیسیٰ، ابومصعب زبیری، ابوحذافہ سہمی، وغیرہم،

ائمہ مجتہدین

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام محمد، امام ابی یوسف، امام ابن قاسم مالکی،

فقہاء

حسن بن زیاد لولوئی صاحب ابی حنیفہ، عبداللہ بن وہب مفتی مصر، ابوعمر اشہب فقیہہ مصر، اسد بن فرات فقیہہ افریقہ،

قضاۃ

ابراہیم بن اسحاق قاضی مصر، ایوب بن سوید قاضی سرو، اسد بن عمر قاضی، احرم بن حوشب قاضی ہمدان، داؤد بن منصور قاضی مصیصہ، شریک بن عبداللہ قاضی، شجرہ بن عیسیٰ قاضی قیروان

(افریقہ)، عبداللہ بن عمرو بن غانم قاضی افریقیہ، یحییٰ قاضی افریقیہ، یحییٰ بن بکیر قاضی کرمان، ابن اترس العمری قاضی طرسوس، محمد بن عبداللہ الکنانی قاضی افریقیہ، اسد بن فرات قاضی سسلی (اٹلی)، زیاد بن لبیط قاضی طلیطلہ (اسپین)، محمد بن سعید قاضی باجہ (اسپین)

زہّاد و صوفیائے کرام

ابراہیم بن ادہم، ابونصر بشر بن حارث الزاہد، ثابت بن محمد الزاہد الکوفی، حسن بن حسین بن عطیۃ الصوفی، ذوالنون مصری، کارح بن رحمہ زاہد، محمد بن فضیل بن عیاض زاہد

ادباء و شعراء

ابوالعتاہیہ شاعر، دعبل شاعر، محمد بن عبدالملک القعنبی شاعر، عبدالملک اصمعی لغوی، عمر بن سہل المازنی البصری نحوی،

مورخین

احمد بن محمد بن ولید الازرقی صاحب تاریخ مکہ، موسیٰ بن عقبہ صاحب سیرت نبوی، محمد بن عمر الواقدی صاحب تصانیف کثیرہ، علی بن محمد مدائنی صاحب انساب و تصانیف کثیرہ،

مفسر

مقاتل بن سلیمان صاحب التفسیر،

فلسفی

احمد بن محمد صاحب بیت الحکمہ بغداد،

اِس عہد کے بعد کے تمام محدثین کبار بلا استثنار امام مالک کے بیک واسطہ بدو واسطہ

امام کے تلمذ سے مشرف ہین، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی،
مسانید و صحاح کے یہ تمام مصنفین صرف ایک واسطہ سے امام کے حلقہ بگوشون مین شامل ہین، اور اسپر
اُنکو ناز و فخر ہے، یہ ناز و فخر آٹھوین صدی تک باقی ہے جب کہ محدث کبیر شمس الدین ذہبی فخریہ
لکھتے ہین کہ "مین سات واسطون سے امام کا شاگرد ہون" امام نووی کو بھی ساتوین صدی مین
امام سے قرب نسبت پر ناز ہے، مقدمۂ شرح مسلم مین اپنے اسناد کے حال مین لکھتے ہین؛

قد وقع لنا اعلی من هذه الکتب انکانت	ایک کتاب کی سند مجکو کتب بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد
عالیة موطا للامام مالک بن انس	نسائی سب سے بہتر ملی اور وہ امام مالک کی موطا ہے؛
وهو شیخ الشیوخ المذکورین کلهم	جوان تمام محدثین کے شیخ تھے،

اگر بڑون کے ساتھ چھوٹون کا نام لینا سوء ادب نہو تو اس ذرۂ بے مقدار
کو بھی اوس آفتاب کمال سے ایک قرب کی نسبت حاصل ہے، ولله الحمد

فقہ و فتویٰ

ایک مفتی اور فقیہہ کا فرض ایک محدث سے زیادہ ہی، محدث صرف ایک سرمایہ دار ہے؛
فقیہہ اُس سرمایہ کو لیکر عالم کاروبار مین آتا ہے، کھرے کھوٹے کی تمیز، احکام کی تفریع، عموم کی
تخصیص، خصوص کی تعمیم، مطلق کی تقیید، مقید کا اطلاق، ناسخ و منسوخ کی تفریق، اوامر و سنن
کی ترتیب، احکام غیر منصوصہ کا قیاس، احکام کے علل و مصالح کی تلاش، ضروریات انسانی کے
مطابق احکام شرعیہ کا اعلان، رعایا و حکومت کے لیے قوانین کی تدوین، یہ ایک فقیہہ و مفتی کے
عام فرائض ہین، جو ایک محدث محض کے رتبہ سے بلند تر ہین۔

فقیہہ و محدث کا فرق

عہد نبوی

حیات نبوی میں مسلمانوں کی تعداد کم وبیش ہزار سے ایک لاکھ تک تھی انہیں سے ۳۰[1] ہزار خاص مدینہ میں متوطن تھے، اور باقی ادھر ادھر، بحرین ویمن، مکہ وطائف وغیرہ بلاد عرب میں پھیلے تھے

اصحاب صفہ

مدینہ سے باہر دوسرے شہروں اور قبیلوں کے لیے یا فقہائے صحابہ جنکا اُس زمانہ میں قرّاء نام تھا جو اکثر اصحاب صفہ ہوتے تھے، بھیجے جاتے تھے، یا اُنہیں سے ایک دو کو چند روز آنحضرت صلعم اپنی صحبت میں رکھکر، احکام وسنن کی تعلیم دیکر اونکو اونکے شہر وقبیلہ میں واپس فرماتے تھے، مدینہ کے اندر خود شارع علیہ السّلام کا وجود اقدس کارفرما تھا، خود عہد نبوت میں ۳۰ ہزار صحابۂ مدینہ میں سے ۱۰۰-آدمی مسجد مدینہ کے صفّہ (چبوترہ) پر شب وروز طلب علم میں مصروف تھے؛ آنحضرت کے بعد ۲۰-۲۵ برس مدینہ تمام دُنیائے اسلام کا مرکز رہا، ہر قسم کے احکام وفتاویٰ کا فیصلہ یہین ہوتا تھا، تمام اکابر صحابہ یہین تشریف فرمارہے :

طبقات فقہائے صحابہ

طبقۂ اولیٰ

فقیہہ ترین صحابہ جن کے فقہ وفتاویٰ واحکام اگر الگ الگ ترتیب دیئے جائین، تو ایک ایک مستقل جلد تیار ہوجائے چھ شخص تھے، عمر بن الخطاب، علی ابن ابی طالب عبد اللہ بن مسعود، ام المومنین عائشہ، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر

طبقۂ ثانیہ

اِن کے بعد وہ اشخاص ہین جن کے فتاویٰ واحکام وقضایا ایک ایک سالہ کے بقدر ہین اس جماعت مین تقریبًا ۲۰-اشخاص ہین، ابوبکر صدیق، ام المومنین ام سلمہ، انس بن مالک، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، عثمان بن عفان، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، عبد اللہ بن زبیر، ابوموسیٰ اشعری، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبد اللہ، معاذ بن جبل، طلحہ، زبیر بن العوام، عبد الرحمان

[1] مقدمہ ابن صلاح باب ۲۹،

بن عوف، عمران بن حصین، ابو بکرہ، عبادہ بن صامت، معاویہ بن ابی سفیان،

طبقۂ ثالثہ

تیسرا طبقہ اُن صحابہ کا ہی جنکے مجموعی قضایا و فتاوی صرف ایک مختصر رسالہ کی حیثیت رکھتے ہین[1]، ان مین عام صحابہ داخل ہین،

حضرت علی نے ۴ برس اپنے خلافت کے کوفہ مین بسر کیے اُنکے ساتھ سلمان فارسی بھی تھے، اسیطرح فتنہ کے بعد حضرت انس اور ابن مسعود بھی آخر عمر مین کوفہ چلے گئے، حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت علی کے عہد مین بصرہ کے والی ہوے، حضرت ابن زبیر کی خلافت کے زمانہ مین مکہ و طائف مین رہے، عبد اللہ بن عمرو بن العاص اخیر زمانہ مین مصر مین رہتے تھے، امیر معاویہ تمام تر شام مین رہے، اِنکے علاوہ یہ تمام بزرگوار جنکے نام ہم نے اوپر پہلے اور دوسرے طبقہ مین گنائے ہین اونھون نے مدینۃ الرسول ہی مین اپنی تمام عمر بسر کی،

صحابۂ مدینہ و غیر مدینہ

فقہاے تابعین مدینہ

صحابہ کے دور کے بعد تابعین کا طبقہ ہی، تابعین مین محدثین تو سینکڑون ہین جن مین سے اکثر کے نام شیوخِ مالک کی فہرست مین گذرے، لیکن فقہا مین مشہور ترین اشخاص خارجہ[1] بن زید بن ثابت، سالم[2] بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب قاسم[3] بن محمد بن ابی بکر صدیق، عروہ[4] بن زبیر عبید اللہ[5] بن عتبہ، ابو بکر[6] بن حارث، سلیمان[7] بن یسار، ابو سلمہ، ابو بکر[8] بن عبد الرحمان، ابو بکر[9] بن عمرو، خلیفہ عمر[10] بن عبد العزیز، سعید[11] بن المسیب ہین[1]، ان بزرگون کا مدینہ مین بیک وقت اجتماع تھا، ہر قسم کے قضیے احکام اور فتوے انھین بزرگون کی مخصوص مجلس مین طے پاتے تھے[2]، حضرت عمر بن عبد العزیز جب مدینہ کے والی مقرر ہوے تو اُنھون نے اس مجلس کو اور باقاعدہ کر دیا، عروہ[1] بن زبیر، عبید اللہ[2]

مجلس فقہ مدینہ

---

[1] تفصیل مقدمہ اعلام الموقعین ابن حزم اندلسی مین ہی، ص ۱۳ مصر، [2] فتح المغیث ص ۳۹۹، ہند،

بن عتبہ، ابوبکر بن عبدالرحمان، ابوبکر بن سلیمان، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ کو بلا کر اپنی مجلس کے ارکان شوری مقرر کئے[1]۔ تمام احکام و مقدمات ان حجرون کی بحث و مذاکرہ کے بعد طے ہوتے تھے، اور وہ مدینہ کی عدالت کا حکم فقہی تسلیم ہوتا تھا جس مین زیادہ مدد حضرت عمر کے قضایا و احکام سے لی جاتی تھی کہ اُنکے عہد حکومت مین وسعت فتوحات نے بہت سی نئی ضرورتین پیدا کر دی تھین، حضرت عمر اُن کا فیصلہ فقہائے صحابہ کی مجلس شورے مین کرتے تھے، اِس بنا پر مدینہ کی فقہ کا بڑا حصہ امام مالک سے پہلے خود حضرت عمر کے زیر ریاست صحابہ کی مجلس مین، اور اُن کے نواسہ عمر بن عبدالعزیز کی زیر صدارت تابعین کی مجلس مین مرتب ہو چکا تھا

فقہ مالک — امام مالک کے فقہ و فتاوی کی بنیاد اسی فقہ مدینہ پر ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی کے مقدمہ مین لکھا ہے "امام مالک بنائے فقہ را بر حدیث آنحضرت نہادہ است کہ مسند باشد یا مرسل ثقات، بعد از ان بر قضایائے عمر و بعد از ان بر فتوای ابن عمر و بعد از ان بر فتاوائے سائر صحابہ و فقہائے مدینہ، سعید بن مسیب و عروہ بن زبیر، قاسم و سالم، و سلیمان بن یسار و ابوسلمہ و ابوبکر بن عبدالرحمان، و ابوبکر بن عمرو و عمر بن عبدالعزیز" موطا کی طرز استدلال اور احادیث و آثار کا جسنے بغور و دقت مطالعہ کیا ہے، وہ یقیناً اسکی تائید کرے گا کہ امام مالک کی فقہ و فتاوی کی یہی بنیاد و اصول ہین اور انھین اصول پر امام مالک فتاوائے فقہیہ کا جواب دیتے تھے،

امام مالک کے فضل و کمال کا تمام شیوخ مدینہ کو اعتراف تھا تاہم امام مالک نے اس قدر احتیاط کی کہ جب تک ستر علمائے عظام نے امام صاحب کی قابلیت و استحقاق کا فتوی نہ دیا

[1] الاخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری ص ۳۱۳ مصر۔

امام صاحب نے اس مرتبۂ عالی پر قدم رکھنے کی ہمت نہ کی، عادت مبارک ہمیشہ یہ جاری رہی کہ جب کسی فتوے کا جواب ارشاد فرماتے تو پہلے ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتے،

حکومت کا اعلان

نہ صرف مدینہ و حجاز نہ بلکہ اطراف ملک سے سائلین کا ازدحام رہتا تھا، موسم حج جبکہ تمام دنیائے اسلام کو ایک عرصۂ عرفات مین جمع کر دیتا تھا، اور تمام علمائے دین کوفہ، بصرہ، خراسان وغیرہ سے سمٹ سمٹ کر ایک حرم مکہ مین جمع ہوجاتے تھے تو حکومت کی طرف سے اعلان ہوتا تھا کہ "امام مالک اور ابن ابی ذئب کے سوا اور کوئی فتوی نہ دے[1]"،

حکومت کے مقابلہ مین آزادی فتوی طلاق مکرہ

حکومت کی اس تعظیم و تکریم کا نتیجہ شاید دوسرون پر یہ ہوتا کہ وہ کم از کم مختلف فیہ مسائل مین اپنی رائے کے خلاف، حکومت کے مشورہ کی تعمیل کرتے، لیکن امام صاحب اپنی حریت رائے اور اعلان حق مین اسکی پرواہ نہین کرتے تھے، اگر کوئی شخص زبردستی مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور اُسنے ڈر کر بجبر و اکراہ دیدی، تو امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن امام مالک اور اکثر اصحاب حدیث اسکے قائل ہین کہ طلاق واقع نہوگی[2]، والی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو خلیفہ منصور کا چچازاد بھائی بھی تھا،

---

[1] تزئین الممالک عن ابن نعیم ص ۸، [2] ابن خلکان ترجمہ مالک، [3] اس مسئلہ کے متعلق مجھے اپنے زمانۂ طالب العلمی کا ایک مناظرہ یاد آگیا، ہمارے استاذ فقہ مولٰنا مفتی عبد اللطیف صاحب مدرس اول دار العلوم و تلمیذ رشید مولٰنا لطف اللہ صاحب اطال اللہ بقاہما ہین، جناب مفتی صاحب کو فقہ حنفی کی صحت کلی مین نہایت شدت کے ساتھ غلو ہے اور جس سے مین بد طفولیت سے محروم ہوں، طلاق مکرہ کے مسئلہ مین ہماری جماعت مین اختلاف ہوا، میرے سوا تمام طلبہ وقوع کے قائل تھے، مین حضرت عائشہ کی حدیث لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق (حالت جبر و اکراہ مین طلاق و عتاق نہین) پیش کرتا تھا، اور وہ انکی طرف سے ثلث جدھن جد وھزلھن سواء، تین چیزین مین اظہار واقعیت اور مذاق دونون برابر ہین (طلاق ۱) کی حدیث پیش کیجاتی تھی مین کہتا تھا کہ طلاق مکرہ نہ جد ہے نہ واقعیت، ہے نہ ہزل و مذاق، ہزل تو متفقا نہین ہے

اوسنے امام کو حکم دیا کہ وہ یہ فتویٰ نہ دین، لیکن امام صاحب نے علی الاعلان اپنی رائے کا اظہار کیا اور آخر اسکے لیے کوڑون کی سزا تک گوارا کی،

لاادری

یہ اعلان حق اور حریت رائے تو حکومت کے مقابلہ مین ہی، لیکن اس سے بھی زیادہ شدید موقع اعلان حق کا اپنے نفس کے مقابلہ مین ہے، مفتی کے لیے جسقدر پہلی قسم کی حریت کی حاجت ہے اُس سے زیادہ دوسری قسم کی حریت کی ضرورت ہی، لیکن امام صاحب جسطرح پہلی منزل مین مستقیم تھے، دوسری منزل مین بھی درماندہ نہ تھے، امام صاحب سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا اور اُسوقت اُس جزئیہ پر اطلاع نہوتی تو نہایت متانت وکشادہ پیشانی کے ساتھ فرماتے تھے کہ لاادری، مین نہین جانتا، امام کے شاگرد ابن وہب کہتے ہین کہ اگر مین امام مالک کی لاادری لکھا کرتا تو کتنی تختیان بھر جاتین [1]،

ممالک بعیدہ کے استفتا سے احتراز

اکثر دور کے شہرون سے جو مستفتی آتے تھے امام صاحب حتی الوسع اُن کو جواب دینے سے

(بقیہ صفحہ ۴۷) جُدا،، اسلیے نہین کہ جُدا نام ہی، خواہش حقیقی و واقعی کے اظہار کا جو بحالت اکراہ غیر ممکن ہے. بالآخر یہ معاملہ جناب مفتی صاحب کیخدمت مین پیش کیا گیا، مفتی صاحب نے استدلال عقلی کے طور پر فرمایا کہ زبان سے لفظ طلاق ادا کرنا انسان کا ایک فعل ہے، اور افعال کا اثر محتاج نیت وارادہ واظہار واقعیت وغیر واقعیت نہین ہی، مثلاً اگر کسیکو تم ایک طمانچہ مارو جو تمھارے ہاتھ کا ایک فعل ہی تو اسکا اثر یعنی چوٹ اور صدمہ ہر حال مین واقع ہوگا خواہ مارنے کے لیے، تمھارا ارادہ وخواہش واقعی ہو یا نہ، اسی طرح لفظ طلاق کے نطق کا جو اثر ہے وہ ہر حال مین واقع ہوگا، اس استدلال کو سنکر مین تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگیا لیکن پھر علی الفور دل نے ایک تقریر القا کر دی، مین نے عرض کیا کہ افعال کے آثار دو قسم کے ہین، اختیاری و واقعی، واقعی وہ جو ہماری تسلیم واعتبار پر موقوف نہو، بلکہ وہ حقیقۃً بلا اعتبار معتبر ہو، مثلاً ضرب کے لیے احساس صدمہ، دوسرا صرف اعتباری، اگر اعتبار کیجیے تو اثر ہی اور نہ اعتبار کیجیے تو اثر نہین ہی، مثلاً ایک مجنون کی لفظ طلاق کے ساتھ حرکت زبان اگر شرع اعتبار کرے تو طلاق ہی، نہ اعتبار کرے تو طلاق نہین ہی، اسلیے آپکے استدلال عقلی کے صرف یہ ثابت کرنا چاہیے کہ مکرہ کے اس فعل کے اس اثر کو شریعت اعتبار کرتی ہے یا نہین، اور اسکا فیصلہ حدیث عائشہؓ نے کر دیا کہ نہین کرتی،

[1] تزئین الممالک ص ۴۴، عن ابی نعیم

احتراز کرتے، ابن عبد اللہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نہایت دور و دراز مسافت سے امام صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا، اور اُسنے ایک مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے فرمایا کہ "مین اسکو اچھی طرح نہین جانتا"، سائل نے کہا کہ "مین چھ مہینہ کی راہ طے کرکے صرف اِس مسئلہ کی خاطر حاضر ہوا ہون، جن لوگون نے مجکو بھیجا ہے، مین اُنکو جاکر کیا جواب دون گا"، امام صاحب نے فرمایا کہ کہدینا کہ "مالک نے کہا کہ مین نہین جواب دے سکتا"[1]، اِسی قسم کا ایک واقعہ ابونعیم نے حلیہ مین بیان کیا ہے، کہ ایک شخص نے فتویٰ پوچھا، تو آپ نے جواب دیا کہ "مین اچھی طرح نہین بتا سکتا" اُسنے کہا "مین اتنے دور و دراز راستہ سے اسلیے آیا ہون"، امام صاحب نے فرمایا کہ "جب اپنے گھر پہونچو تو کہدینا کہ "مالک کہتے ہین کہ مین اچھی طرح نہین بتا سکتا"[2]

ایک اور واقعہ ابونعیم نے امام کے شاگرد عبدالرحمان بن مہدی کی زبانی نقل کیا ہے کہ ایک شخص چند روز تک ایک فتویٰ کے جواب کے لیے حاضر خدمت ہوا کیا، ایک دن اُسنے عرض کیا کہ مین کل یہان سے چلا جاؤن گا، جو کچھ جواب ہو ارشاد فرمائیے۔ یہ سنکر آپنے سر جھکا لیا، تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ مین اُسی مسئلہ کا جواب دیتا ہون جس مین کچھ بہتری جانتا ہون، تمھارے اِس مسئلہ کو مین اچھی طرح نہین جانتا،

امام صاحب کا یہ احتراز درحقیقت شدتِ تقویٰ اور ایک نہایت دقیق نکتہ پر مبنی تھا مفتی کی حالت یہ ہے کہ آج وہ ایک مسئلہ کی نسبت ایک رائے رکھتا ہے، دوسرے دن اُس سے صحیح تر صورت اُسکے خیال مین آتی ہے، ایسے موقع پر شہر اور اُسکے قرب و جوار مین مستفتی کو اپنی غلطی سے اطلاع دے سکتا

---

[1] جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۱۲۵ مصر [2] تزئین الممالک ص ۱۶ عن الغافقی،

ہے، لیکن اُس زمانہ مین جب وسائل سفر و خبر آسان نہ تھے، ممالک بعیدہ مین تصحیح و تغلیط کی اطلاع مشکل تھی، امام صاحب کے ایک مصری دوست نے حیرت سے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ ان بیچارون کو جو کوسون سے مصائب سفر و مصارف راہ برداشت کرکے آتے ہین، کیون واپس کردیتے ہین؛ امام صاحب نے جواب دیا کہ مصری مصر سے، شامی شام سے، عراقی عراق سے آتے ہین اور پوچھتے ہین، شاید جو جواب مین نے آج دیا ہے اُسکی بجائے کل مجکو کچھ اور جواب معلوم ہو، حضرت لیث مصری نے جب امام کا یہ قول سُنا تو رو پڑے کہ مالک لیث سے قوی تر ہے، اور لیث اُن سے کمزور تر۔

رائے پوچھنے پر ترجیح رائے کا ظنی ہونا

فتوون کے جواب مین اکثر یہ فرماتے تھے کہ قال رسول اللہ کذا آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے، سائل نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے جواب مین یہ آیت پڑھی فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جب کسی مسئلہ قیاسی کو بیان فرماتے تو پہلے یہ آیت پڑھ دیتے، اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ،

جواب مین کاوش و فکر

مسائل و فتاوی کا جواب ہمیشہ نہایت دقت نظر اور کاوش فکر سے دیتے تھے، ابن ابی ادریس کہتے ہین کہ ایک بار امام صاحب نے فرمایا کہ کبھی کبھی ایسا مسئلہ پیش آجاتا ہے کہ خواب و خور حرام ہو جاتا ہے، ابن ابی ادریس نے کہا آپ کی بات تو لوگون کو نقش فی الحجر کی طرح تسلیم ہوتی ہے، پھر آپ یہ کیون مشقت برداشت کرتے

لہ تزئین الممالک عن ابی نعیم ص ۱۴، ۲ مناقب مالک للزواوی ص ۹ عن سعید بن سلیمان،

ہین، امام کس نکتہ سنجی کے ساتھ جواب دیتے ہین کہ "ابن ابی اویس اس حال مین تو مجکو اس
انصاف پسندی
بھی کاوش کرنی چاہیے"[1]

اگر کسی مسئلہ مین غلطی ہوتی اور کوئی اصلاح کردیتا تو فوراً تسلیم کرلیتے تھے، ایک شخص نے پوچھا، کیا وضو مین پاؤن کی انگلیون مین تخلیل کرنی چاہیے؟ امام نے فرمایا لیس ذالک علی الناس، ابن وہب امام کے شاگرد بیٹھے تھے، مجلس کے بعد اُنھون نے کہا کہ تخلیل کی حدیث ایک میرے پاس ہے، امام نے حدیث سنکر کہا کہ حدیث حسن اور اسکے بعد پھر ہمیشہ فتوی اسکے موافق دیا[2]،

امام مالک تقریباً ۶۰ برس متصل فقہ و فتاوی مین مصروف رہے، امام کے تلامذہ نے امام کے مسائل فقہیہ و فتاوی کو مدون بھی کیا ہے، سب سے پہلی کتاب اسد بن الفرات قاضی افریقہ کی "اسدیہ" ہے، اور سب سے ضخیم ابن قاسم المتوفی ۱۹۱ھ کی "المدونۃ" ہے جو خود امام کی زندگی مین مدون ہورہی تھی، مدونہ مصر مین اب چھپ گئی ہے، تیسری کتاب ابن وہب مصری المتوفی ۱۹۷ھ کی کتاب المجالسات عن مالک ہے، ان کتابون مین امام کے ہزارون فتاوی مدون ہین، ابن قاسم مصنف مدونہ کی نسبت مشہور ہے کہ ان کو امام کے ۴۰ ہزار مسائل زبانی یاد تھے،

اعتراف

دنیا مین ماہرین فن کا اعتراف اگر فضیلت کا کوئی معیار ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ

---

[1] الزوادی عن الرحمٰن بن عبدالعزیز العمری ص ۳۱، [2] الزوادی عن ابن وہب ص ۳۷،

اس معیار کی بنا پر امام مالک کا پایہ نہایت بلند ہے، امام مالک ارباب رائے مین داخل ہین، محدثین نے ارباب راے کا کم اعتراف کیا ہے، لیکن امام مالک باوجود انتساب راے محدثین مین وہی درجہ رکھتے ہین جو صاحب فن اپنے اتباع اور مقلدین مین رکھتا ہے! یحیی بن معین جو حدیث و رجال کے ناقد ہین کہتے ہین "مالک امیر المومنین فی الحدیث" "مالک اقلیم حدیث کے بادشاہ ہین" محدث کبیر سفیان بن عینیہ کہتے تھے "ہم لوگ مالک کے سامنے کیا چیز ہین؟ ہم لوگ تو اُن کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہین، اگر امام مالک نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو اُس سے کرتے ہین ورنہ چھوڑ دیتے ہین"

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ "روے زمین پر مالک سے بڑھکر حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہین" امام شافعی فرمایا کرتے تھے "حدیث آئے تو مالک ستارہ ہین" محدث ابن نہیک کا قول ہے کہ "صحت حدیث مین مین مالک پر کسی کو ترجیح نہین دے سکتا،، امام ابن حنبل سے ایک شخص نے پوچھا کہ" اگر کسی کی حدیث وہ زبانی یاد کرنی چاہے تو کس کی کرے"؟ جواب دیا کہ مالک بن انس کی" ابن مہدی جو نہایت مشہور محدث ہین اُن سے ایک شخص نے کہا کہ "مین نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہین کہ مالک ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہہ ہین" اُنھون نے فرمایا مین نے یہ تو نہین کہا" لیکن یہ کہتا ہون کہ مالک ابوحنیفہ کے اُستاد (حماد) سے بھی زیادہ فقیہہ ہین"

سفیان بن عینیہ با این ہمہ علم وفضل حلال وحرام اور حدیث معمول کا املا امام مالک کے حلقہ مین بیٹھکر سنتے تھے، اور وہان سے اُٹھکر اپنے مستفیدین کے حلقہ مین بیٹھتے

تھے، سفیان ثوری جو مجتہد مستقل ہین وہ مناسک حج مین امام کی پیروی کرتے تھے، ابن معین جو نقد حدیث مین امام ہین فرماتے ہین کہ "اصحاب زہری مین مالک سے بڑھکر کوئی اثبت نہین" ابن معین کا دوسرا قول ہے کان مالک من حجج اللہ علی خلقہ یعنی "مالک خدا کیطرف سے خلق پر ایک حجت تھے" یحیٰ بن سعید القطان جو امام حدیث ہین فرماتے ہین کہ "مالک اِس امت کے لیے رحمت تھے" ابن ابی حازم نے ناقد حدیث درآوردی سے پوچھا کہ "اِس خدا ے کعبہ کی قسم! مالک سے بڑا کوئی عالم تم نے دیکھا؟" جوابدیا کہ "خدایا نہین"

عام حالات

اب ہم مجلس درس وافادہ سے اُٹھکر دربار شاہی مین آتے ہین، امام صاحب ۹۳ھ مین پیدا ہوئے تھے، اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ولید سریر آراے خلافت دمشق تھا، لیکن پچیس برس بعد ۱۱۸ھ مین جب امام تعلیم سے فارغ ہوکر شہرت عام حاصل کررہے تھے، تو خلافت امویۂ دمشق کا دم بازپسین تھا، یہ ہشام بن عبدالملک کا عہد اخیر تھا ۱۲۵ھ مین اُسنے وفات پائی، اسکے بعد ۸ برس کی مدت مین ولید بن ولید، ابراہیم بن بن ولید، اور مروان بن محمد بن مروان چار بدقسمت بادشاہون کے اوراق حکومت جلد جلد اُلٹ گئے تا آنکہ ۱۳۲ھ مین خلافت عباسیہ کے نام سے تاریخ کا نیا باب شروع ہوا۔

خلافت امویہ کا اختتام

خلافت عباسیہ کا پہلا تاجدار ابوالعباس سفاح ہے، اسکا زمانۂ خلافت ساڑھے چار برس ہے جو صرف عہد جدید کے انتظام و تدابیر اور خانہ جنگیون مین صرف ہوگیا، اسکی

خلافت عباسیہ

خلافت کے اخیر سال سنہ ۱۳۶ھ مین اسکا بھائی ابو جعفر منصور سالار حجاج بنکر حجاز گیا، اور آخر اسی سفر مبارک کی واپسی مین مژدۂ خلافت اوسکے گوش گذار ہوا، لیکن حقیقت مین سنہ ۱۳۸ھ تک یعنی جب تک ابو مسلم خراسانی قتل نہوا، وہ خلیفہ نہ تھا، سنہ ۱۳۹ھ مین بغداد تعمیر ہوا، اور بغداد کے سنگ بنیاد کے ساتھ عباسیہ کی حکومت کی بنیاد بھی اوسنے ایک مضبوط چٹان پر قائم کی، ان کامون سے فراغت پاکر سنہ ۱۴۱ھ مین حج و زیارت کے لیے مکۂ معظمہ[۱] اور مدینہ منورہ آیا،

خانوادۂ خلافتِ عباسی جواب اوجِ اقبال پر تھا، چند سال پہلے صرف شرفائے قریش کا ایک گھرانا تھا، اسلیے منصور طلب علم، اساتذہ کی صحبت، علمی مجلسون کی نشست مین اسیطرح برابر کا شریک تھا جسطرح دیگر اشراف و سادات کے خاندانون کے ہونہار بچے، منصور اِس انقلاب سے پہلے مدینہ کی درسگاہ کا ایک طالب العلم اور امام مالک کے طبقہ کا ایک شریک صحبت تھا،

خلافت کے بعد منصور کے لیے حج کا یہ پہلا موقع تھا، شہر کے شرفا اور علما اوسکے استقبال کے لیے نکلے، سفیان ثوری، سلیمان خواص اور امام مالک بھی ملنے کے لیے آئے

[۱] امام مالک اور خلیفہ منصور کے متعلق تاریخ و مناقب کی کتابون مین بہت سے منتشر و پراگندہ اور متضاد الفاظ و عبارت کے واقعات مذکور ہین جن مین باہم کوئی ترتیب تاریخی بھی نہین ہم انکو بیان بہ اجمال و تلخیص ذکر کرتے ہین، اتنا معلوم ہے کہ یہ تمام واقعات موسم حج کے اجتماع مین پیش آتے تھے، کتب تاریخ سے منصور کے سفر حج کی تاریخین ثابت ہین، ایک سنہ ۱۳۶ھ مین قبل خلافت اسکا تو شمار نہین، خلافت کے بعد تین دفعہ اوسنے سفر حج کیے ہین پہلا سنہ ۱۴۰ھ مین دوسرا سنہ ۱۴۷ھ مین اور تیسرا سنہ ۱۵۸ھ مین اسی تیسرے سفر حج مین حج سے پیشتر ۶ ذیحجہ کو منصور نے انتقال کیا (اخبار الطوال ابن حنیفہ دینوری المتوفی سنہ ۲۸۲ طبع مصر ص ۳۵۷-۳۶۴) غالبا یہ تمام واقعات انہین موقعون کے ہین،

کہ کل تک تو علم حدیث کی مجلسون مین ہمارے ساتھ یہ برابر کا شریک تھا، دیکھین اب وہ کس حال مین ہے؟ دربار مین حجاز کے تمام علما اور فقہا موجود تھے، منصور نے امام صاحب کی طرف روئے خطاب کرکے کہا، "اے ابو عبد اللہ! (امام کی کنیت) مین اختلافات فقہی سے گھبرا گیا ہون، عراق مین تو کچھ نہین ہے شام مین صرف جہاد کا شوق ہے وہان کوئی بڑا علم نہین، جو کچھ ہے وہ حجاز مین ہے اور حجاز کے علما کے سرخیل آپ ہین، مین چاہتا ہون کہ آپ کی اِس تصنیف (موطا) کو خانۂ کعبہ مین آویزان کردون، کہ لوگ اسی کی طرف رجوع کرین اور تمام اطراف مملکت مین اسکی نقلین بھیجون تاکہ اسی کے مطابق لوگ فتوی دین" بعض روایتون مین ہے کہ اُسنے ایک ایسی کتاب کی تالیف کی خواہش ظاہر کی، جو ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ و ابن عمرؓ کے اُصول فقہ کے بین بین اور معتدل ہو، اسکے بعد امام صاحب نے **موطا** تالیف کی،

بہرحال جاہ پسند علما کے لیے یہ وہ طلائی موقع تھا کہ جس سے زیادہ کوئی بیش قیمت ان کو کبھی نہین مل سکتا تھا، لیکن امام صاحب کے لیے یہ بھی لغزش قدم کا باعث نہ ہوا، اونھون نے فرمایا کہ "صحابہ تمام اطراف ملک مین پھیل گئے تھے، اُن کے فتاوی اور احکام اپنے اپنے مقام مین وراثۃً اُنکے فقہا اور علما تک پہونچے ہین، اور ہر جگہ وہی مقبول ہین، ایسی حالت مین ایک شخص کی رائے وعقل پر جو صحت و غلطی دونون کرسکتا ہے تمام ملک کو مجبور کرنا مناسب نہین" منصور نے کہا "اگر آپ مجھ سے متفق ہوتے تو مین یہی کرتا"،

۱؎ تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ج۱ ص۱۹۶، کتاب الامامۃ ابن قتیبہ ج۲ صفحہ ۱۷۲، مناقب مالک للزواوی صفحہ ۴۲، باختلاف عبارات

ایک بار اوسنے پوچھا کہ "اے ابو عبداللہ! تم سے بھی زیادہ کوئی عالم ہے؟" امام نے فرمایا "ہان" پوچھا "وہ کون ہے" فرمایا "اُن کے نام یاد نہین" منصور نے کہا "مین بنو امیہ کے زمانہ مین طلب علم کرچکا ہون، سب کو جانتا ہون[1]"

امام مالک کے فضل و کمال کا اعتراف منصور نے نہ صرف امام کے سامنے کیا بلکہ پیچھے بھی کرتا تھا، سفیان ثوری اور سلیمان خواص ایک بار منصور سے ملنے گئے، منصور نے خیمہ کے اندر بلایا، سفیان ثوری نے کہا کہ یہ فرش جب تک اُٹھایا نہ جائے مین نہین آسکتا، فرش اُٹھگیا تو آیت مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ "اسی خاک سے تمکو پیدا کیا، اور اسی خاک مین تمکو ملائین گے، اور پھر اسی خاک سے تمکو اُٹھائین گے" پڑھتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے، منصور آبدیدہ ہوگیا، سفیان ثوری دیر تک بالفاظ سخت نصیحت کرتے رہے، پھر اُٹھکر چلے آئے، ابو عبید جو دربار کا ایک عہدہ دار تھا، اُسنے کہا "امیر المومنین ایسے زبان دراز شخص کے قتل کا حکم کیون نہین دیتے؟" منصور نے کہا "خاموش! سفیان ثوری اور مالک ابن انس کے سوا کوئی نہین جسکا ادب کیا جائے"

شاید یہ واقعۂ تاریخی تمکو معلوم ہو کہ حضرت علیؓ کے بعد ہاشمیون کے مقابلہ مین جب بنو امیہ نے نمایان کامیابی حاصل کرلی، تو بنو ہاشم نے جن مین بنو عباس، بنو فاطمہ اور عام علوی داخل تھے سب ملکر ایک خلافت ہاشمیہ کے قیام کی مخفی کوششون مین مشغول ہوگئے،

---

[1] مناقب للزواوی صفحہ ۲۲، عن ابن ابی حاتم،

اولاً کوششون کا مرکز امامت، خاندان فاطمی و علوی تھا، امام حسین کے بعد محمد بن حنفیہ حضرت علی کے غیر فاطمی صاحبزادہ امام ہوئے، ان کے بعد ابو ہشام عبداللہ علوی، ابو ہشام کا حمیمہ واقع شام مین انتقال ہوگیا، وہان محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے سوا کوئی اور ہاشمی موجود نہ تھا، اس لیے ابو ہشام نے اپنی جانشینی کی وصیت محمد عباسی کے حق مین کی، یہ پہلا دن ہے کہ خلافت کا ادعا خاندان علوی سے منتقل ہوکر خاندان عباسی مین آتا ہے،

محمد بن علی عباسی نے ۱۲۴ھ مین وفات پائی، اور انکی جگہ انکے بیٹے ابراہیم بن محمد عباسی امام تسلیم ہوئے، ابراہیم مروان اموی کے ہاتھ گرفتار ہوکر مرگئے یا مارے گئے، شیعۂ عباسیین نے اس غم مین سیاہ کپڑے پہنے، اور اسوقت سے سیاہ رنگ عباسیون کا نشان ہوگیا، ابراہیم کے بعد ابو العباس سفاح بنو ہاشم کے سرخیل ہوئے آخر ۱۳۲ھ مین اسکو کوششون نے کامیاب کیا، سفاح نے کامیابی کے بعد حق خلافت بنو ہاشم مین سے صرف بنو عباس کے ساتھ مخصوص کردیا،

ایک طرف تو نئے تاجدار امویون کے استیصال مین اونکی قبرونکی ہڈیان تک اکھاڑ رہے تھے، اور اموی و مروانی چُن چُن کر جہان ملتے تھے مارے جارہے تھے، خراسان کی وحشی سیاہ صدیون کی تسخیر اور بغاوتون کے فرو کرنے مین جاؤ بیجا ہر قسم کے امور کا تمام ملک مین ارتکاب کررہی تھی، دوسری طرف تخصیص خلافت سے فاطمیون اور علویون مین ناراضی پیدا ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کو قسمت کے ان نئے مالکون سے جس امن و صلح و انصاف کی توقع تھی پوری نہوئی تاہم سفاح تک عملاً کوئی ناراضی ظاہر نہوئی، لیکن منصور نے احتیاط

یا سوءظن کی بنا پر فاطمی و علوی سادات کی بیخ کنی شروع کر دی، آخر تنگ آکر انھین سادات مین سے ۱۳۵ھ مین محمد نفس زکیہ نے مدینہ مین علم بغاوت بلند کر دیا، اکثر لوگون نے ان کا ساتھ دیا، لیکن تقدیر ساتھ نہ تھی، بڑی بہادری سے میدان جنگ مین لڑ کر مارے گئے، اِن کے بعد ان کے بھائی ابراہیم اِس سر و سامان سے نکلے کہ منصور بدحواس ہو گیا، چند مہینون کے بعد ابراہیم کی شہادت پر جنگ کا خاتمہ ہو گیا، منصور نے اپنے عمزاد بھائی جعفر کو مدینہ کا والی مقرر کیا،

امام مالک منصور کی ملاطفتون کے باوجود اِن تمام کوششون مین حق کے ساتھ تھے، امام صاحب نے فتویٰ دیا کہ "خلافت نفس زکیہ کا حق ہے" لوگون نے پوچھا کہ "ہم منصور کی بیعت پر حلف اُٹھا چکے ہین" امام صاحب نے فرمایا "منصور نے جبراً بیعت لی ہے، اور جو کام جبراً کرایا جائے، شرع مین اُسکا اعتبار نہین، حدیث ہے کہ اگر جبراً طلاق کسی سے دلائی جائے تو واقع نہ ہو گی،"

جعفر نے مدینہ پہونچکر نئے سرے سے لوگون سے بیعت لی، امام مالک کو کہلا بھیجا کہ آیندہ طلاق جبری (مُکرہ) کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دین، لوگون کو بیعت جبری کی بے اعتباری و عدم صحت کے لیے سند ہاتھ آئے، امام سے ترک حق کی توقع کسقدر بیجا خواہش تھی! امام صاحب بدستور معاملۂ جبری کے عدم صحت کا فتویٰ دیتے رہے، سلیمان نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اِن کو ستر کوڑے مارے جائین، امام دار الہجرۃ محکمۂ امارت مین

طلاق مُکرہ کا فتویٰ

سلہ ان واقعات کے لیے دیکھو کتاب الامامہ ج ۲ صفحہ ۲۸۲، ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۰،

گنہگارون کی طرح لایا گیا، کپڑے اُتارے گئے، اور شانۂ امامت پر دستِ ظلم نے ستر کوڑے پورے کیے، تمام پیٹھ خون آلودہ ہوگئی، دونون ہاتھ مونڈھے سے اُتر گئے، اسپر بھی تسلی نہوئی تو حکم دیا کہ اونٹ پر بٹھا کر شہر مین انکی تشہیر کی جائے امام صاحب باین حال زار بازارون اور گلیون سے گذر رہے تھے، اور زبان صداقت نشان باواز بلند کہہ رہی تھی "جو مجکو جانتا ہے وہ جانتا ہے، جو نہین جانتا ہے، وہ جان لے، کہ مین مالک بن انس ہون، فتوی دیتا ہون کہ طلاق جبری درست نہین[1]"،

تعزیر

اسکے بعد اسی طرح خون آلودہ کپڑون کے ساتھ مسجد نبوی مین تشریف لائے پشت مبارک سے خون صاف کیا، اور دو رکعت نماز پڑھی اور لوگون سے فرمایا کہ سعید بن مسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انھون نے بھی مسجد مین آکر نماز پڑھی تھی[2]، یہ تعزیر گو تحقیر کے لیے تھی لیکن اسنے امام کی عزت و وقار کے پایہ کو اور بلند کر دیا، یہ واقعہ ۱۴۷ھ کا ہے[3]،

منصور کی لاعلمی و ندامت

بقول ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ (اگر وہ کتاب الامامۃ کا مصنف ہے) جعفر والی مدینہ کی یہ حرکت منصور کو پسند نہ آئی، اور فوراً اُسکو معزول کر کے بذلت تمام گدھے پر سوار کر کے بغداد طلب کیا، اور امام مالک کو معذرت کا خط لکھا،

دوسرے سال ۱۵۰ھ مین جبکہ تمام حجاز و عراق مین سکون ہو چکا تھا تو حج کے ارادے سے منصور حجاز آیا، امام مالک ملنے کو آئے، اور بعض روایتون مین ہے کہ حج سے پہلے خود امام کو

---

[1] طبقات ابن سعد ترجمۂ مالک، مناقب مالک للزوادی، [2] تزئین الممالک نقلاً عن الخطیب روایۃ عن ابی وہب ص ۱۳، [3] کتاب الانساب للسمعانی ترجمۂ الاصبحی،

بغداد بلایا، گئے تو نہایت تعظیم سے ملا اور بوثوق کہا کہ "نہ مین نے تعزیر کی اجازت دی اور نہ مجھے اسکا علم ہوا" امام صاحب نے فرمایا کہ ہان آپ کو اطلاع نہو گی، اس تمہید کے بعد منصور نے سلسلۂ تقریر اسطرح شروع کیا،

منصور کی تقریر

"اے ابو عبد اللہ! جب تک آپ زندہ ہین آپ اہل حرمین کے ملجا و ماوی ہین جن مصائب کا اُنکو نشانہ بننا چاہیے، صرف آپ کی ذات ستودہ اُن سے محفوظ ہین مجکو جہانتک علم ہر ان دونون مقامات کے باشندے نہایت فتنہ جو ہین، اور پھر اُن مین اتنی طاقت بھی نہین کہ استقلال سے مقابلہ کر سکین، مین نے دشمن خدا (جعفر) کی نسبت حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ سے بغداد گدھے پر سوار ہو کر جائے اور اُسکو ذلت و ایذا پہونچائی جائے،

خلعت

امام صاحب نے فرمایا "اُس انتقام کی حاجت نہین امیر المومنین اور پیغمبر خدا صلعم کی قرابت کی خاطر مین اُسکو معاف کرتا ہون[1]" منصور نے خلعت پیش کیا، قاعدہ تھا کہ خلعت کے کپڑے درباری کے کندھے پر رکھدیے جاتے تھے، حاجب نے یہی عام طریقہ امام صاحب کے ساتھ برتنا چاہا، امام صاحب پیچھے ہٹ گئے، منصور نے حاجب کو ڈانٹا کہ "اس خلعت کو ابو عبد اللہ کے فرود گاہ مین پہونچا دو"

منصور کی زبانی تعزیر کا سبب

اس سوال و جواب اور تعظیم کے الفاظ کو چھوڑ کر منصور کے الفاظ دوبارہ پڑھو، نظر آئیگا کہ امام مالک کی تعزیر کن اسباب کا نتیجہ ہے؟ اہل حرمین بغاوت پسند ہین، اور آپ حرمین کے مقتدی اور امام ہین اسلیے بغیر آپکے اشارہ کے یہ باتین نہین ہوتین اور پھر منصو

[1] کتاب الامامہ ج ۲ ص ۲۵۰ تا ۲۵۷۔

سادات محبوس کی خدمت مین امام کی سفارت

کی ستم ظریفی دیکھو کہ باوجود اس علم کے کہ امام سادات کے طرفدار ہین، مدینہ مین جو سادات جرم بغاوت مین قید تھے، اُن کے پاس اپنی طرف سے خود امام مالک کو سفیر بنا کر بھیجا[1]،

امام مالک طلبی

منصور کو ایک بار معلوم ہوا کہ علما کو میری حکومت سے ناراضی ہی، اس نے خلافِ وقت شب کو ابن ابی ذئب وابن سمعان فقہائے حجاز اور امام مالک کو طلب کیا، امام صاحب واقعہ سمجھ گئے، زندگی سے نا اُمید ہو کر غسل فرما کر کفن کے کپڑے پہنکر اور حنوط (مردون کو لگایا جاتا ہے) ملکر دربار مین آئے، منصور نے کہا اے گروہ فقہا! مجکو ایک خبر معلوم ہوئی ہے جس سے افسوس ہے، حالانکہ تمھارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم میری اطاعت کرتے، اور مجکو بُرا کہنے سے باز رہتے، اگر مجھ مین کچھ عیب ہوتا تو تم مجکو نصیحت کرتے،

امام صاحب نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین! خداے پاک ارشاد فرماتا ہے، یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (مسلمانو اگر کوئی فاسق تمکو کچھ خبر دے تو اُسکی تحقیق کرلو، ایسا نہو کہ نادانستگی مین بے گناہون کو ستاو، پھر اپنے کیے پر تمکو ندامت ہو)

منصور کی نسبت اظہار راے سے انکار

منصور نے کہا اچھا بتاؤ کہ مین تمھارے نزدیک کیسا ہون؟ امام نے فرمایا "للہ مجھے اسکے جواب دینے سے معاف کرو"، منصور نے ابن سمعان کی طرف رخ کیا کہ تم بتاؤ مین کیسا ہون"؟ ابن سمعان بولے "امیرالمومنین! آپ سب سے بہتر ہین، حج کرتے ہین، جہاد کرتے ہین، مظلومون کی امداد کرتے ہین، اسلام کی پشت پناہ ہین، عادل ہین، اب

[1] کتاب العبر ابن خلدون جز ۳ ص ۱۸۹۔

ابن ابی ذئب کی راستگوئی

منصور نے ابن ابی ذئب سے پوچھا کہ ابن ابی ذئب! تم مجکو کیسا سمجھتے ہو، ابن ابی ذئب نے نہایت دلیری سے کہا، "کہ تم بدترین مخلوق ہو، مسلمانون کی تمام دولت اپنی شان وشوکت مین صرف کرتے ہو، غریبون کو ہلاک اور امیرونکو پریشان کر ڈالا، بتاؤ کل تم خدا کے سامنے کیا جواب دوگے"، منصور نے کہا "تم دیکھتے ہو کہ تمھارے سامنے یہ کیا چیز ہے"، ابن ابی ذئب نے کہا "ہان ننگی تلوارین دیکھتا ہون لیکن آج کی موت کل کی موت سے بہتر ہے"

تھوڑی دیر کے بعد ابن سمعان اور ابن ابی ذئب اُٹھکر چلے گئے، لیکن امام تشریف فرما رہے منصور نے کہا "مجھے آپکے کپڑون سے حنوط کی بو آتی ہے"، امام صاحب نے فرمایا اِس بیوقت طلب سے مین اپنی زندگی سے مایوس ہوکر آیا تھا، منصور نے کہا "سبحان اللہ ابوعبداللہ! کیا مین خود اپنے ہاتھ سے اسلام کا ستون گراؤن گا!"[۱]

محمد المہدی

اِسی سفر حج مین حج سے پہلے ۶- ذیحجہ ۱۵۸ھ مین منصور نے انتقال کیا، اور محمد المہدی اُسکا جانشین ہوا، دو سال کے بعد ۱۶۰ھ مین مہدی مع شہزادگان خلافت موسیٰ وہارون حج کے ارادے سے عازم حجاز ہوا۔ حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ آیا، شہر کے قریب پہونچا تو شرفا وعلمائے شہر نے استقبال کیا، جن مین امام مالک بھی داخل تھے، مہدی نے امام کو دیکھا، تو اِدھر توجہ کی، اور سلام کرکے سینہ سے لگا لیا، اِس سال حجاز مین سخت قحط تھا، موقع پاکر امام نے فرمایا، "امیر المومنین! اِسوقت آپ جس شہر مین جا رہے ہین وہان مہاجرین وانصار کی اولاد آباد ہے وہ روضۂ نبوی کے ہمسایہ ہین، مہدی امام کا مقصود سمجھ گیا اور

اہل مدینہ کے لیے درخواست

[۱] کتاب الامامة والسیاسة ج ۲ ص ۲۷۰، مصر،

۲۵ لاکھ درم امام کے پاس بھیجدیے کہ تقسیم کردیجیے، امام صاحب نے رقم اپنے معتمد تلامذہ کے حوالہ کی کہ حسب حاجت لوگون مین تقسیم کردین[1]،

تین ہزار دینار اپنے حاجب اعظم ربیع کے ہاتھ امام کی خدمت مین بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ بغداد میرے ساتھ چلین، امام صاحب نے قاصد سے کہا تھیلیان اب تک سربستہ اسی طرح پڑی ہین، جی چاہے لے جاؤ، لیکن مالک مدینہ نہین چھوڑ سکتا، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون[2]،

مہدی نے سواری بھیجی کہ اسپر سوار ہوکر بارگاہِ خلافت مین آئین، سواری واپس کردی کہ مین مدینہ مین سوار ہوکر نہین نکلتا، کہ انھین گلیون مین حضرت سرور کائنات صلعم پھرتے تھے، پیادہ آئے، بیمار تھے اسلیے بعض مشاہیر علمائے مدینہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے مہدی نے کہا سبحان اللہ! اگر مین یہ خدمت ان سے لینا چاہتا تو شاید ان مین سے کوئی قبول نہ کرتا، مغیرہ نے کہا امیر المومنین! مالک جس سے ٹیک لگا کر بیٹھین وہ اسکے لیے شرف ہے[3]،

مہدی نے کہا ایک ایسی کتاب تالیف فرمایئے کہ تمام مسلمانون کو مین اُسکے عمل پر مجبور کردون، امام مالک نے افریقہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اِس حصہ کی تکلیف سے تو مین نے تم کو بچالیا، شام مین ایک شخص (امام اوزاعی) موجود ہے، اور اہل عراق تو اہل عراق ہین[4]،

مہدی نے اِسی سفر مین موطا کی سماعت حاصل کی بلکہ بعض روایتون مین ہے کہ مہدی ہی کے لیے امام نے موطا لکھی گو یہ صحیح نہین، مہدی نے موسیٰ و ہارون اپنے دونون

[1] کتاب الامامہ ج ۲ ص ۲۹۰ و مناقب الک للزواوی ص ۲۷، [2] تذکرۂ ذہبی ج ۱ صفحہ ۱۸۹ [3] زواوی عن ابی مصعب صفحہ ۳۰، [4] زواوی عن ابراہیم بن حماد الزہری صفحہ ۲۷،

بیٹون کو حکم دیا کہ امام سے موطا سنین، شہزادون نے امام کو بلا بھیجا، امام صاحب نے فرمایا "علم بیش قیمت شے ہے اسکے پاس خود شائقین آتے ہین"، مہدی کی اجازت سے دونون شہزادے خود مجلس درس مین حاضر ہوئے، شہزادون کے اتالیق نے کہا، پڑھکر سنائے، امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علما کا دستور یہ ہے کہ طلبہ پڑھین شیوخ سنین، مہدی کو خبر دی گئی، اسنے کہا کہ ان علما کی اقتدا کرو اور تم خود پڑھو، چنانچہ شہزادون نے خود پڑھا اور امام نے سماعت کی[1]،

قرأت سے انکار

موطا الہادی

مہدی نے ۱۶۹ھ مین وفات پائی، اور اسکی جگہ موسیٰ ملقب بہ ہادی تخت نشین ہوا موسیٰ کی خلافت کا زمانہ ایک برس ہے، زمانۂ شہزادگی کے سوا پھر امام سے اسکو شرف اندوزی کا موقع نہ ملا،

ہارون الرشید

ہادی کے بعد ۱۷۰ھ مین مسند آلِ عباس پردہ فرمانروا جلوہ نما ہوا، جس کی نسبت شاعر کہتا ہے،

فمن یطلب لقاءک او یردہ	فبالحرمین او اقصی الثغور
اے ہارون! جو تیری ملاقات کا طالب ہو	تو اسکو حرمین مین تو ملیگا یا دشمنوں کی سرحد پر
ففی ارض العدو علی طمر	وفی ارض البریة فوق کور
دشمنون کی سرزمین مین تو صبا رفتار گھوڑے پر	اور ارض حرم مین محمل پر

موطا بارگاہ خلافت مین

اسوقت امام مالک کی تصنیفات تمام ملک مین پھیل چکی تھین، خلافت کے پہلے ہی

[1] تزئین الممالک عن فضائل مالک لابن فہر ص ۴۵،

سال حج و زیارت کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ آیا، لوگ پیادہ استقبال و تہنیت کے لیے نکلے، امام صاحب بھی محمل مین سوار ہو کر آئے، ہارون رشید نے امام کو دیکھکر نہایت خوشی ظاہر کی اور کہا کہ "آپ کی تصنیفات پہونچین، خاندان کے نوجوانون کو اُن کے مطالعہ کی تاکید کی ہی لیکن اسکا کیا سبب ہے کہ ہم نے اِن مین ابن عباسؓ اور علی بنؓ ابی طالب کی روایتین نہین پائین"، امام نے فرمایا کہ "اے امیرالمومنین یہ دونون بزرگوار ہمارے شہر مین نہ تھے"

علی و ابن عباس سے عدم روایت کا سبب

ہارون و امین و مامون مجلس درس مین

سنہ ۱۷۴ھ مین رشید، امین اور مامون اپنے دونون شہزادون کو لیکر حج کے لیے آیا، رشید نے امام کو موطا کی املا کے لیے خود سراپردہ خلافت مین طلب کیا، امام صاحب نے بدستور انکار کیا، اور خود موطا کے بغیر تشریف لائے رشید نے شکایت کی، امام صاحب نے فرمایا "ہارون رشید! علم تیرے گھر سے نکلا ہے خواہ اُسکو ذلیل کر خواہ عزت دے" ہارون رشید متاثر ہوا، محمد الامین اور عبداللہ المامون دونون شہزادون کو لیکر مجلس درس مین حاضر ہوا، وہان طلبہ کا عام ہجوم تھا، رشید نے کہا "اِس بھیڑ کو الگ کر دیجیے"، امام نے فرمایا "شخصی فائدہ کیلیے عام افادہ کا خون نہین کیا جاسکتا"، ہارون رشید مسند پر بیٹھ گیا، امام نے فرمایا "امیرالمومنین تواضع پسندیدہ ہے" ہارون نیچے آگیا

دوسری منزل قرأت و سماعت کی تھی، ہارون نے کہا "آپ قرأت کیجیے" امام فرمایا "خلافِ عادت ہی"، یہ کہکر معن بن عیسے کو اشارہ کیا جو ایک مستعد طالب العلم تھے اور آگے چلکر بڑے بڑے محدثین کے اُستاد ہوئے، اُنھون نے قرأت شروع کی ہارون نے مع شہزادون کے سماعت کی،

سلہ تزئین الممالک عن الخطیب ص ٤٦

مجلس حدیث

اس سفر مین شام و عراق و حجاز کے کل علما ساتھ تھے، قاضی ابو یوسف بھی اس مجمع مین شریک تھے، ہارون رشید نے ان تمام علما کی ایک علمی مجلس منعقد کی، امام صاحب مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے، موطا کا املا شروع ہوا، ہر مسئلہ کے اختتام پر فقہا و محدثین سکوت کی زبان سے صحت کا اعتراف کرتے جاتے تھے، فقہی معلومات کا ایک دریا تھا، جو زبانِ امامت سے اُمنڈ اُمنڈ کر سواحل قلوب مین موجین لے رہا ہے،

جب مجلس ختم ہوگئی، اور امام صاحب واپس تشریف لے گئے تو ہارون رشید نے حاضرین مجلس کو خطاب کیا:

”اے فقہائے عراق و حجاز! کیا تم کو اُن مسائل مین کچھ کلام ہے جو مالک ابن انس نے اسوقت تمکو سنائے ہین؟“ فقہا نے متفقاً جواب دیا کہ نہین ہین ایک مسئلہ کے سوا اور کسی مین کلام نہین ہے“، ہارون رشید نے کہا کہ عجب نہین کہ امام مالک کے اس مسئلہ کا ماخذ قرآن ہو، بہر حال ہارون رشید نے امام صاحب کو بلا بھیجا، امام صاحب تشریف لائے تو ہارون رشید نے کہا ”اے ابو عبد اللہ موطا کے ایک مسئلہ سے ان کو اختلاف ہے آپ اپنے اس مسئلہ کی صحت کی دلیل انکو بتائے“ ہارون رشید کو امام صاحب کے ساتھ جو خلوص و اعتقاد ہے اُسکو اس سے اندازہ کرو کہ تمام فقہا کے مقابلہ مین کہتا ہے ”اور مین بھی اس مسئلہ مین آپ کے ساتھ ہون“، امام صاحب نے قرآن و حدیث سے اُسکے دلائل پیش کیے اور سب نے تسلیم کرلیا،

اسکے بعد امام صاحب نے ہارون کی طرف خطاب کیا: ”اے امیر المومنین جسطرح

آپ نے یہان اسوقت مجھے یاد کیا آپ کے والد نے بھی اسیطرح اور یہین مجھے یاد کیا تھا اور
مین نے اُن کو حدیثین سُنائی تھین، بعدازان امام صاحب نے مدینہ کے فقرا و ستم رسیدون
کی طرف توجہ دلائی، ہارون رشید نے زر کثیر سے فقراے مدینہ کی امداد کی،

مسجد نبوی مین ایک منبر تھا جس پر بیٹھکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ
دیا کرتے تھے، اس منبر مین صرف تین زینے تھے امیر معاویہ نے اسمین چند زینون کا اوراضافہ
کردیا تھا، ہارون رشید نے چاہا کہ زائد زینے نکال کر پھر منبر نبوی اپنی اصلی حالت پر کردیا
جائے، امام صاحب سے مشورہ کیا، امام صاحب نے فرمایا کہ ایسا نہ کیجیے، کہ اس منبر کی لکڑی
کہنہ اور کمزور ہے کہین ایسا نہو کہ تختو نکے اِدھراُدھر کرنے مین ٹوٹ جائے، اور اصل سبب
یہ ہے کہ وفات نبوی کے وقت مدینہ یادگارہائے رسالت سے معمول تھا، بستر، پیالہ، عصا،
موئے مبارک، نعلین بہت سی چیزین مدینہ مین تھین، لیکن آج مدینہ نے ایک ایک کرکے
سبکو کھودیا، تاراج شدہ سرمایہ سے صرف ایک یہی منبر رہ گیا ہے، جو بھاری ہونے کے
سبب سے مسجد نبوی سے کبھی نکلتا نہین، اگر اسمین کہین تین زینے کردیے جائین گے تو مجکو
خوف ہے کہ مسجد نبوی کے بدلے بارگاہ خلافت نہ اس سے مزین ہو، ہارون رشید بھی
اس نکتہ کو سمجھ گیا اور اپنے خیال سے باز آیا[1]۔

ابونعیم نے حلیہ مین خود امام مالک سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے چاہا
کہ موطا کو خانہ کعبہ مین آویزان کیا جائے اور تمام مسلمانون کو فقہی احکام مین اُس کے

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۲۹۷،

پیروی پر مجبور کیا جائے یہ وہ موقع تھا کہ عزت طلب اشخاص کے لیے اس سے زیادہ طلائی موقع ہاتھ نہین آسکتا، لیکن امام نے جواب دیا" ایسا نہ کرو خود صحابہ فروع مین مختلف ہین اور وہ ممالک مین پھیل چکے ہین اور انمین ہر شخص راہ صواب پر ہے"

امام صاحب نے ہارون رشید کی خلافت مین وفات پائی، امین و مامون شہزادگی کے عہد مین امام صاحب سے مستفید ہو چکے تھے، ہارون رشید کے نام امام کا ایک رسالہ بھی ہے جسمین امام نے ہارون کو نصائح کیے ہین، اور آداب و سنن کی تعلیم دی ہے، رسالہ مصر مین سنہ ۱۳۲۲ مین چھپ گیا ہے اور لاہور مین اسکا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، ہارون کے نام خط

ہارون رشید کی اس ملاقات، شہزادون کی حاضری، امام کا ہارون رشید سے آزادانہ مکالمہ اور شہزادون کو درس مین مخصوص وغیر مساویانہ درجہ دینے سے انکار ان موثر واقعات نے میرے قلم سے ایک نظم کی صورت اختیار کر لی ہے،

نازشِ دودۂ عباسیہ ہارون رشید ۔۔۔ اک دفعہ شہر مدینہ کا کیا اُس نے سفر
ساتھ شہزادۂ مامون و امین دونون تھے ۔۔۔ ایک تھا لختِ جگر، دوسرا تھا نور بصر
اس زمانہ مین مدینہ کا تھا گوشہ گوشہ ۔۔۔ چشمۂ نور ہدیٰ، منبعِ قرآن و اثر
مجلسِ خاص مگر مسجدِ نبوی مین تھی ۔۔۔ مسندِ مالکِ ابنِ انسِ پاک گہر (حدیث)
یہ وہ تھی بزم جہان قالِ رسولؐ کے سوا ۔۔۔ نہ کوئی اور صدا تھی، نہ کوئی اور خبر
نغمہ سنجانِ ازل دوسے یان حہرلب ۔۔۔ قدسیانِ حرمِ پاک یہان گوش بدر
ہر طرف زمزمۂ حدثنا اخبرنا ۔۔۔ ہر طرف شور فگن صلِ علی خیر البشر
ایک نقطہ پہ یہان جمع تھا سارا عالم ۔۔۔ ہند و چین شام و عرب مغرب و مصر و بربر
آرزو تھی یہ خلیفہ کو مدینہ آکر ۔۔۔ جائین محروم نہ اس در سے مرے لختِ جگر

پہنچا یہ حکم خلافت سے کہ "اے ابنِ انس — مجمعِ عام مین جا سکتے نہین میرے پسر
اسلیے آج یہ بہتر ہے کہ املاے حدیث — آپ دین خاص اُنھین ایوانِ شہی مین آکر"
سُن کے فرمانِ خلافت کو یہ ارشاد ہوا — "اے خلیفہ اتری تعمیل ضروری ہے مگر
ہے یہ علمِ نبوی تیرے ہی گھر کی دولت — خواہ حرمت اسے دے خواہ اہانت اسکی کر"
سُن کے ہارون نے دربارِ امامت کا جواب — بھیجا پیغام کہ "خیر آپ نہ آئین گے اگر
خود یہ شہزادے وہان درس مین حاضر ہونگے — لیکن اورونکا نہو بزم مین اسوقت گذر"
مالکِ ابنِ انس نے اُسے کہلا بھیجا — "میرے کاشانہ مین ممکن نہین تمیزِ بشر
درگہِ خاص نہین، درسگہِ عام یہ ہے — ہو مساواتِ بشر معنی اسلام یہ ہے"

وفات

امام صاحب کی عمر شریف اب ۸۱ برس کو پہونچ چکی تھی، نہایت ضعیف و ناتوان ہو گئے تھے، مسجد نبوی مین آنا، نماز جماعت مین شریک ہونا، ادرا دھر ادھر غم و شادی کی تقریبون مین آنا جانا تو پہلے سے ترک ہو گیا تھا، لوگ اعتراض کرتے تھے تو فرماتے کہ "ہر شخص اپنا ہر عذر نہین بیان کر سکتا،" معن بن عیسیٰ المتوفی ۱۹۸ھ جو امام کے عزیز ترین شاگرد تھے اور جو صحاح کے رُواۃ مین داخل ہین، وہ اسوقت امام کے خادم تھے، امام صاحب انھین کا سہارا پکڑ کر چلتے تھے، لیکن اِس ضعف و ناتوانی کے عالم مین بھی درس و افتا کی خدمت جاری تھی، یحییٰ بن یحییٰ اُندلسی مصمودی امام اُندلس جب دوسری بار مصر سے لوٹ کر مدوّنہ کی سند لینے کے لیے آئے تھے تو امام صاحب بسترِ مرض الموت پر تھے، اتوار کے روز بیمار پڑے، اور تقریباً تین ہفتہ تک بیمار رہے، مرض کی شدت مین کوئی تخفیف نہ ہوئی، لوگون کو یقین ہو گیا کہ اب وقت آخر ہے، مدینہ کے تمام علما و اعیا

آخری دیدار کے لیے جمع ہو گئے، یحیٰ اُندلسی کا بیان ہے کہ مجھے تو اپنی محرومی کا رونا ہی تھا وہ لوگ بھی جو مدتون امام کی ملازمت کا شرف حاصل کر چکے تھے، وہ بھی روتے تھے، تلامذہ کے علاوہ حدیث وفقہ کے ۱۶۰ علما مؤدب باچشم گریان آس پاس بیٹھے تھے،

امام کی حرکت آہستہ آہستہ سرد ہو رہی تھی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، قعنبی جو امام کے اخص تلامذہ مین تھے، وہ اسی وقت حاضر ہوئے، اور گریہ کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ "قعنبی! مین نہ روؤن تو کون روئے، اے کاش! مجکو میرے ہر قیاسی فتوی کے بدلا ایک کوڑا مارا جاتا، اور مین فتویٰ نہ دیتا"، گریہ جاری تھا، لب متحرک تھے کہ مرغِ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ اب بھی اسی طرح ارد گرد طلبا و علما کا ہجوم تھا لیکن صدر نشینِ بزم اب حیات جاوید کے بستر پر آرام کر رہا تھا،

امام صاحب بروایت صحیحہ ۹۳ھ مین پیدا ہوے، اور ۱۱۔ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو انتقال فرمایا، ۸۶ برس کی عمر شریف پائی، ۱۱۷ھ مین مسند درس پر قدم رکھا تھا، ۶۲ برس تک علم و دین کی خدمت مین مصروف رہے،

جنازہ مین ایک خلقت کا ہجوم تھا، والی مدینہ عبد اللہ بن محمد ہاشمی خود پیادہ پا شریک تھا، اور نعش اُٹھانے والون مین خود وہ بھی داخل تھا، جنتہ البقیع مدینہ مین ایک مشہور مقام ہے، یہان صرف وہ لوگ بستے ہین جو حیات ادلی کے منازل طے کر چکے ہین، اسلام کے ارکان عظام ام المومنین عائشہ، حضرت عثمان، امام حسین حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ اور دیگر اعلام اسلام اسی کی خاک مین مدفون ہین، امام مدینہ کا جسد مبارک

بھی اسی خاک کو سپرد ہوا[۱]،

عمر بن سعد انصاری نے اسوقت یہ شعر کسی کو خواب مین پڑھتے سُنا،

لقد اصبح الاسلام زعزع رکنہ — غداۃ ثوی الهادی لدی ملحد القبر

اسلام کے ستون ہل گئے — جس صبح کو کہ رہنما قبر مین آسودہ ہوا

امام الهدی ما زال للعلم صائنا — علیه سلام اللہ فی آخر الدهر

وہ ہدایت کا پیشوا اور علم کا ہمیشہ محافظ رہا — اوسپر تا قیامت خدا کا سلام ہو

دور دراز شہرون اور ملکون کے علما کو جب امام کی وفات کی خبر پہونچی تو ہر جگہ اُن کا ماتم کیا گیا، کوفہ مین سفیان بن عیینہ کو جب معلوم ہوا تو اُن پر سکوت طاری ہوگیا اور جب بولے تو یہ بولے کہ ما ترك علی وجه الارض مثله روے زمین پر مالک نے اپنی مثال نہین چھوڑی، حماد بن زید نے کہا،

رحمه اللہ کان من الدین بمکان — خدا اونپر رحم کرے، مذہب مین اونکا بڑا رتبہ تھا

امام کا غم ۲۲۳ سال کے بعد بھی پاک دلون سے کم نہ ہوا تھا، ابو محمد جعفر قاری بغدادی المتوفی ۵۰۰ھ نے امام کا مرثیہ کہا[۱]،

سقی جدثا ضم البقیع بمالك — من المزن مرعاد السحائب مبرق

بجلی اور کڑک کے ساتھ برسنے والے بادل — اوس قبر کو سیراب کرین جو مالک کو اپنے آغوش مین لیے ہے

امام موطاه الذی طبقت به — اقالیم فی الدنیا فساح وافاق

وہ امام جس کی وہ موطا ہے جسپر دنیا کے — وسیع ملکون اور گوشون نے اتفاق عام کیا ہے

[۱] ان بیانات کے لیے دیکھو ابن خلکان ترجمہ مالک بن انس تزئین الممالک ص ۴۱، مصر بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی،

اقام بہ شرع النبی محمد له حذر من ان یضام واشفاق

وہ جسنے اپنی موطا کے ذریعہ پیغمبر کی شریعت کو درست کیا اور جسکو اسکا ڈر تھا کہ اس شریعت کہین ظلم ہو

لہ سند عال صحیح وہیبۃ فللکل منہ حین یرویہ اطراق

اوسکی سند بلند اور صحیح ہے اور اوسمین ہیبت ہے جب وہ اوسکی روایت کرتے ہین تو سب بغور سنتے ہین

واصحاب صدق کلھم علم فسل بہ الفھم ان انت سائلت حذاق

اوسکے بہت سے شاگرد رشید ہین جنمین ہر ایک مشہور ہے ؟

ولو لم یکن الا ابن ادریس وحدہ کفاہ الا ان السعادۃ آرزاق

اگر امام شافعی کے سوا کوئی اور اونکا شاگرد نہوتا تو اونکے لیے بھی فخر کافی تھا، ہان خوش نصیبی بھی روزی ہے

امام کی تاریخ پیدائش و وفات پر یہ قطعہ مشتمل ہے

فخر الائمۃ مالک نعم الامام لسالک

مالک امامون کے فخر ہین پیرو کے لیے بہترین پیشوا ہین

مولدہ نجم ھدی وفاتہ فاز مالک

اونکی تاریخ پیدائش ہدایت کا ستارہ ہے اور اونکی تاریخ وفات یہ ہے کہ مالک کامیاب ہوے

سنہ ۹۳ھ سنہ ۱۷۹ھ

اخلاق وعادات وحالات ذاتی

مقدس بزرگون کی اخلاقی صورت پر مبالغہ آمیز روایات کے اتنے پردے پڑجاتے ہین کہ حقیقتِ حال کا چہرہ مخفی ہوجاتا ہے، حالانکہ بزرگان سلف کی تاریخ

زندگی مین یہی ایک باب ہے جو نسل مستقبل کے لیے آثارِ ہدایت ہے، لیکن بحمد اللہ امام کی زندگی مبالغہ کی آمیزش سے پاک ہے!

طاعتِ الٰہی

امام کا شمار عُبّادِ زمانہ مین تھا[۱]، درس و افتا سے جو فرصت ملتی وہ زیادہ تر عبادت اور تلاوت مین صرف ہوتی، امام کی خواہر محترمہ سے کسی نے پوچھا کہ امام مالک گھر مین کیا کرتے ہین تو جواب دیا کہ اونکے دو کام ہین "المصحف والتلاوۃ"[۲]، امام صاحب کی صاحبزادی سے منقول ہے کہ امام جمعہ کی شب عبادت و طاعت مین مشغول رہتے تھے، امام صاحب کے بھانجے ابن ابی یونس سے روایت ہے کہ امام مہینہ کی پہلی تاریخ کو شب زندہ دار رہتے تھے[۳]

محبتِ رسول

امام حضرت سرورِ کائنات صلعم کا بیحد ادب کرتے تھے، جب نام مبارک زبان پر آتا۔ چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا، لوگ پوچھتے تو فرماتے کہ ہم نے جن ارواح طیّبات کی زیارت کی ہے، اُنکی حالت مجھسے بھی بڑھکر تھی[۴]،

مسجد نبوی جس کے ایک حجرہ مین روضۂ انور ہے، اُس مین شور و غل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانۂ نبوت سے گستاخی ہے، کلام نبوی اُسوقت تک زبان پر نہین آتا جب تک وضو یا غسل فرما کر باادب بیٹھ نہ لیتے، امام کے اصطبل مین کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے، مگر کبھی مدینہ کی گلیون مین سوار ہوکر نہ نکلے، لوگون نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدم نبوی سے مشرف ہوئی ہے اُسکو مین جانورون کے

[۱] کتاب الفہرست ابن ندیم ذکر عُبّاد، [۲] مناقب مالک للزواوی عن ابی ذہب ص ۳۳ مصر [۳] تزئین الممالک عن الخطیب ص ۱۸، [۴] مناقب مالک للزواوی عن حصب بن عبداللہ ص ۳۳،

سموں سے روندوں[1]، ذات نبوی کی محبت اور حدیث نبوی کے شغل وانہماک کے سبب سے کوئی ایسی شب نہ گذرتی جسمیں عالم رویامیں زیارت نبوی کا شرف حاصل نہوتا[2]،

حُبِ مدینہ

امام کو مدینہ سے غایت درجہ محبت تھی، بجز سفرِ حج کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے، منصور نے بغداد کی سکونت کے لیے درخواست کی، پذیرا نہوئی، مہدی نے ۳ ہزار دینار بھیجے، اور پھر کہلا بھیجا کہ بغداد کا عزم کیجیے، فرمایا "اشرفیاں علی حالہا رکھی ہیں، جی چاہے تو لیجاؤ، مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا، بقول نبوی المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون انتہاے محبت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف، امام مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہیں[3]،

فیاضی

آج علماء کا بخل وافلاس دیکھ کر کون نتیجہ نکال سکتا ہے کہ علمائے سلف کی فیاضیاں شاہانہ فیاضیوں سے کم نہ تھیں، ربیعہ نے اپنی تعلیم پر ۳۲ ہزار دینار صرف کیے امام ابوحنیفہ، طلبہ کو درہم و دینار کے کیسہ حوالہ کردیتے تھے، امام لیث مصری اپنی دولت کا کثیر حصہ ان مصارف پر صرف کرتے تھے، امام مالک کی فیاضی بھی کم نہ تھی، ایک بار امام شافعی کو لیکر اصطبل کا ملاحظہ کر رہے تھے، امام شافعی نے بعض گھوڑوں کی تعریف کی امام صاحب نے تمام اصطبل اُن کی نذر کردیا[5]، ہرسال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار مرحمت فرماتے تھے،

---

[1] ابن خلکان ص ۹۳۹ ترجمہ مالک ج ۱ مصر [2] تزئین عن ابی نعیم والخطیب ص ۱۲ [3] تذکرہ ذہبی ج ۱ ص ۱۹۰ حیدرآباد [4] اعلام علماء الاعلام لعبد الکریم بن محب اللہ مکی، ص ۳ قلمی کتبخانہ بانکی پور
[5] توالی التاسیس معالی ابن ادریس لابن حجر،

مہمان نوازی

مہمان نوازی ایک عرب کا خاصہ اور ایک مومن کا فرض ہے، لیکن امام صاحب کا میزبانانہ اخلاق اُس سے بھی زیادہ تھا، امام شافعی جو طلب علم کے لیے امام کے گھر اُترتے تھے، امام اُنکے لیئے ہاتھ سے خوان اُٹھاکر لاتے تھے، صبح کی نماز کے لیے اپنے ہاتھ سے پانی لاکر رکھتے تھے، وقت رخصت باایں‌ہمہ ضبط وخودداری خود بازار تک جاکر سواری کرایہ کردی اور ایک کیسۂ زرزادراہ کے لیے عنایت کیا[1]،

استقلال

استقلالِ طبع ایک فضلِ الٰہی ہے، کوفہ کی جامع مسجد مین ایک بار خارجی شمشیر بکف گھُس آئے تمام لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن امام ابوحنیفہ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، ایک بار کا واقعہ ہے کہ موزہ مین بچھو تھا، امام مالک نے بیخبری مین پہن لیا، مجلس درس مین آکر بیٹھ گئے، بچھو نے نیش مارا، اور پھر علی التواتر سترہ بار نیش مارا لیکن واب مجلس کے خیال سے امام نے پہلو تک نہ بدلا، چہرہ کا رنگ بار بار متغیر ہورہا تھا، اختتام درس کے بعد عبداللہ ابن مبارک نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ موزہ مین بچھو ہے[2]،

حلم وعفو

خودداری اور جلالتِ شان کے ساتھ حلم وعفو جو ایک گران قدر جوہر ہے، اکثر جمع نہین ہوتا، لیکن امام مین یہ دونون صفتین مجتمع تھین، ایک طرف تو منصور و رشید جیسے قہار سلاطین کو آپ ڈانٹ دیتے ہین، دوسری طرف آپ کے شانۂ مبارک پر ذلیل ہاتھون سے کوڑا مارا جاتا ہے تو آپ انگیز کرتے ہین، اور منصور جب مجرم کی سزا کا ذکر کرتا ہے تو آپ فرماتے ہین کہ مین نے معاف کیا[3]،

---

[1] مرات الاوراق ابن حجہ حموی ج ا ص ۲۰۰، [2] ابن خلکان ترجمۂ مالکؒ عام کتبؒ [3] کتاب الامامۃ ابن قتیبہ ج ۲ ص ۲۸۶، مصر،

امام کے شاگرد خاص معن بن عیسےٰ بیان کرتے ہین کہ ابن سرحون نامی ایک شاعر امام صاحب کے پاس آکر کہنے لگا کہ مین نے ایک دو شعرین آپ کا ذکر کیا ہے، مین اس گستاخی کی معافی چاہتا ہون، امام صاحب سمجھے کہ میری ہجو مین کچھ شعر کہے ہون گے، فرمایا کچھ مضائقہ نہین اُسنے کہا مین وہ شعر سنانا بھی چاہتا ہون، امام صاحب کا چہرہ سُرخ ہوگیا لیکن زبان حلم سے فرمایا کہ سنا بھی لو، شعر پڑھے تو اس کا مفہوم یہ تھا، کہ "مدینہ کے مفتی مالک سے پوچھ لو کہ کیا محبت بھی کوئی گناہ ہے؟" امام صاحب نے بہ متانت فرمایا کہ "مین نے یہ فتویٰ نہین دیا[1]"

حقگوئی وآزادی

علمائے سلف کی مشترک صفت یہ تھی کہ وہ نطقِ حق مین بیباک ہوتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُنکی زندگی کا اہم ترین فریضہ تھا، گذشتہ صفحات کے پڑھنے والون کو معلوم ہے کہ امام صاحب برابر خلفا کے دربار مین آمد و رفت رکھتے تھے، بعض لوگون کو اسپر اعتراض تھا، امام صاحب نے فرمایا کہ "اگر نجاؤن تو نطق حق کا موقع کہان سے؟" تم نے پڑھا ہوگا کہ ایک بار منصور نے چند فقہا کے ساتھ امام مالک کو بُلابھیجا، اور پوچھا کہ تم لوگ مجکو کیا سمجھتے ہو، سب سے دلیر تقریر ابن ابی ذئب نے کی، امام نے فرمایا کہ مجکو اسکے جواب سے معاف کرو، یہ سکوت و تعلل بھی نطق بیّن سے کم نہین،

امام کو کوڑے مارے گئے، لیکن کیون؟ اسلیے کہ حق کے اظہار مین اُنھون نے حکومت کی پروانہ کی، ایک بار منصور نے مسجد نبوی مین زور وشور سے مناظرہ شروع کیا،

[1] طبقات سبکی ج ۱ ص ۵۲ مصر، [2] مناقب مالک للزواوی ص ۱۳۰ مصر،

فرمایا کہ ادب ملحوظ رہے؛ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ عباسیون کے مقابلہ مین محمد نفس ذکیہ نے جب علم بلند کیا تو آپ نے علی الاعلان فتویٰ دیا کہ خلافت محمد نفس ذکیہ کا حق ہے، عباسیون نے زبردستی بیعت لی ہے،

خودداری

علم کی شان یہ ہے کہ اُسکی جلالت ملحوظ رکھی جائے، کہ اہل علم لوگون مین معزز ہون، اور لوگون کو اکتسابِ علم کا ذوق پیدا ہو، امام مالک اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے، اِس سے پہلے کئی بار گذر چکا ہے کہ امام صاحب مجلس درس مین کس وقار و متانت اور خودداری کے ساتھ بیٹھتے تھے، لوگ اعتراض کرتے تو فرماتے کہ اریدا ان اُجلّ العلم یعنے "مین چاہتا ہون کہ علم کی شان بڑھاؤن" بڑے بڑے امرا اور حکام آستانۂ امامت پر حاضر ہوتے ہوئے کانپتے تھے، پڑھا ہو گا کہ رشید نے اپنے خیمہ مین املائے حدیث کے لیے بلایا تو فرمایا کہ "لوگ علم کے پاس آتے ہین، لوگون کے پاس علم نہین جاتا"، رشید خود آیا تو مسند درس پر بیٹھنا چاہا، فرمایا تواضع محبوب ہے، رشید نے کہا، آپ پڑھیے، امام نے فرمایا اپنی یہ عادت نہین[1]،

منصور کے دربار کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی دربار مین آتا تو خلیفہ کے ہاتھونکو بوسہ دیتا امام نے کبھی یہ ذلت گوارا نہ کی،

انصاف پسندی

لیکن اِس خودداری، اس جلال، اس اظہار حق سے زیادہ گران قیمت اور مشکل الحصول شے انصاف پسندی ہے، اور وہ بھی اپنے نفس کے مقابلہ مین، جس مسئلہ پر

---

[1] مناقب مالک للزواوی ۲۹، [2] ایضاً ص ۲۵،

عبور نہو تا بتانت فرما دیتے کہ "مجھے نہین معلوم"، شاید اِس مختصر فقرہ کی قدر عام لوگون کی زبان سے نہ سمجھی جائے، لیکن فرض کرو کہ ایک شخص جاہ وحشمت اور کمال شہرت وادعائے علم کے ساتھ مسند درس و افتا پر متمکن ہے، طلبہ واہل علم کا ہر طرف حلقہ ہے، دور و دراز ممالک سے لوگ آ آکر مسائل وفتاوی پوچھتے ہین، اسوقت ارباب اخلاق طاہرہ کے سوا کس کی طاقت ہے کہ "نہین" کہے، امام کے ایک شاگرد کا قول تم اِس سے پہلے پڑھ چکے ہو کہ اگر مین امام کے "نہین معلوم" کو لکھا کرتا تو تختیان بھر جاتین،

ابن القاسم امام کے ایک شاگرد نے کہا کہ مصر کے علما بیع وشرار کے مسائل مین بڑی مہارت رکھتے ہین، امام مالک نے پوچھا، اُنھون نے کس سے ان کی تعلیم پائی، ابن القاسم نے کہا کہ آپ سے، فرمایا کہ مجھے تو خود ان مین دخل نہین[۱]،

اہل علم کی عزت

اس سے پہلے گذرا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید مجلس درس مین آیا تو مسند سے نیچے اُتر کر اُسکو بیٹھنا پڑا، لیکن ایک بار امام ابوحنیفہ تشریف لائے تو آپ نے اسقدر تعظیم کی کہ اُنکے لیے اپنی چادر فرش پر بچھائی، وہ اُٹھ گئے تو طلبہ سے کہا کہ یہ عراق کے ابوحنیفہ ہین، جو اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہین تو کرسکتے ہین، اسکے بعد کوفہ کے محدث سفیان آئے تو اُنکی بھی تعظیم کی لیکن اس سے کم، اُن کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ لوگون کی علمی قدر مراتب عزت کرنی چاہیے،

عبدالرحمن ابن قاسم آپ کے شاگرد تھے، لیکن جب اُنکو خط لکھتے تھے تو "فقیہ مصر"

[۱] مختصر جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص ۱۲۵، مصر،

لکھا کرتے تھے، ایک بار قعنبی محدث آپکے نامور شاگرد مدینہ آرہے تھے، امام صاحب اپنے تلامذہ کو لیکر خود بنفس نفیس اُنکے استقبال کو شہر سے باہر نکل آئے[1]،

حلیہ

امام صاحب کا حلیہ یہ تھا، رنگ سُرخ وسپید، قد بالا، بدن بھاری، پیشانی کشادہ آنکھین بڑی، ناک اونچی، داڑھی بڑی اور گھنی، سرین قدرتًا بال نہ تھے، مونچھون کو بہت چھوٹی کرانا ناپسند کرتے تھے، خضاب کا استعال نہین کیا،

مزاج مین صفائی اور نزاہت غایت درجہ تھی، ہمیشہ نفیس اور بیش قیمت پوشاک زیب بدن فرماتے تھے، بعض لوگ اسپر ٹوکتے تو فرماتے کہ مین اس شہر (مدینہ) کے جس عالم سے ملا اُسکو خوش پوشاک پایا، امام صاحب کو اپنے کپڑون کا خاص اہتمام تہا

پوشاک

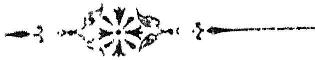
عدن کے کپڑے اُس زمانہ مین مشہور اور بیش قیمت ہوتے تھے، وہان سے اپنے لئے کپڑے منگواتے تھے[2]، کبھی کبھی مرو کے بنے ہوے کپڑے بھی استعال کرتے[3]،

خوشبو کا استعال ہمیشہ کرتے تھے، عود کی انگیٹھیان جلتی رہتی تھین، کپڑے خوشبو سے بسے رہتے تھے، جس گلی سے ایک بار نکل جاتے، دیر تک اُسمین خوشبو پھیلی رہتی، اور اکثر فرماتے کہ خدا نے جسکو نعمت دی ہو اُسکے آثار اُسپر نہ ظاہر ہون، مین یہ پسند نہین کرتا، کبھی کبھی طیلسان کا بھی استعال کرتے جو اُس زمانہ مین علمار کی نشانی تھی، عمامہ جب زیب سر فرماتے، شملہ گلے مین لپیٹ کر داہنے یا بائین شانہ پر ڈال لیتے، ہاتھ مین ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس کے سیاہ پتھر کے نگینہ پر حسبنا اللہ و نعم الوکیل

[1] تذکرہ ذہبی ج ۱ ص ۱۵۱ - [2] ابن ندیم، مطبوعہ یورپ ص ۱۰۰، [3] مرآۃ الجنان یافعی ذکر مالک،

نقش تھا،

امام کو جو خصوصیات شرف حاصل تھین اُنمین یہ کیا کم ہے کہ مدینہ مطہرہ کی خاک پاک جسم مبارک کا عنصر تھی، لیکن اِس سے بھی زیادہ مزید شرف یہ ہے کہ مسکن وہ تھا جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کا مکان تھا، اور مجلس و نشستگاہ وہ تھی جو حضرت عمر فاروق کا دولتخانہ تھا، ہین اکثر املائے حدیث کی مجلسین منعقد ہوتی تھین، اس بنا پر امام مالک نہ صرف علم و معارف فاروقی کے وارث تھے، بلکہ اُنکی جائداد ظاہری کا بھی خدا نے اُنھین وارث بنایا،



تصنیفات

اس عہد میمون مین تصنیف وتالیف کی ابتدا ہو چکی تھی، امام کے دست مبارک سے جو کتابین ترتیب پائی ہین یا اُنکی طرف منسوب ہین وہ حسب ذیل ہین، موطا، رسالتہ مالک الی الرشید، احکام القرآن، المدونتہ الکبریٰ، رسالتہ مالک ابی ابن مطرف، رسالتہ مالک ابی ابن وہب، کتاب الاقضیہ، کتاب المناسک، تفسیر غریب القرآن، کتاب المجالسات عن مالک، تفسیر القرآن[1]،

(۱)**موطا**، کی نسبت مفصل بحث آگے آئیگی،

موطا مین اور ان تمام تصنیفات مین امتیاز اول یہ ہے کہ موطا کی روایت امام کے تمام تلامذہ نے کی ہے اور بقیہ رسائل وکتب صرف بعض تلامذہ کی روایت سے ثابت ہین،

(۲)**رسالۃ مالک الی الرشید**، یہ خلیفہ ہارون رشید کے نام خط کے طور پر ۲۲ صفحہ کا ایک رسالہ ہے جسمین امام نے خلیفہ کو ہر قسم کے دینی و دنیاوی واخلاقی نصائح کیے ہین، امام سے اس رسالہ کی روایت ابن حبیب نے کی ہے، رسالہ کا طرز بیان نہایت قدیمانہ ہے، اور

---

[1] ان کتابوں کے نام مختلف مصنفین نے لکھے ہین، جن کی تفصیل آگے آتی ہے،

موطا کے طرز روایت سے بہایت مشابہ ہے، بعض علمار نے اس بنا پر اوسکی نسبت امام صاحب کیطرف کرنے سے انکار کیا کہ اُسمین بعض ضعیف و منکر حدیثین ہین، لیکن اصل یہ کہ اخلاقیات مین محدثین اسقدر احتراز نہین کرتے تھے، ابن ندیم نے الفہرست مین امام کے انتساب سے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے[۱]، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی کے اوائل مین یہ رسالہ موجود تھا یہ رسالہ چھپ گیا ہے، اور لاہور مین کسی نے اسکا اردو ترجمہ بھی چھاپا ہے،

(۳) "احکام القرآن" یہ خود امام کی تصنیف نہین ہے، بلکہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور ماہر علوم قرآن علامہ ابو محمد مکی بن ابی طالب الاندلسی المتوفی ۴۳۷ھ کی تالیف ہے، علامہ موصوف نے امام مالک سے جو احکام قرآن یعنی آیات احکامیہ کی تفسیرین مروی تھین اونکو یکجا کر دیا ہے، اسی لیے اسکا نام "کتاب الماثور عن مالک فی احکام القرآن" ہے[۱]

(۴) "المدونۃ الکبریٰ"، فقہ مالکی کی ایک ضخیم کتاب ہے، بعض لوگ اسکو خود امام کی تصنیف سمجھتے ہین، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ عبد الرحمٰن بن قاسم المتوفی ۱۹۱ھ امام کے ایک شاگرد کی تصنیف ہی، لیکن اس لحاظ سے امام کی تصنیف کہنا درست ہے کہ یہ کتاب درحقیقت امام کے "ملفوظات فقہیہ"، کا مجموعہ ہے، ابن قاسم نے خود امام کے زمانہ مین مدینہ سے واپس آکر امام کے مجتہدات و فقہیات کو ایک کتاب کی صورت مین مدوّن کرنا شروع کیا تھا، اور شاید اسی زمانہ مین ختم بھی ہو گئی تھی کیونکہ یحیی بن یحیی مصمودی دوسری بار مصر سے مدونہ ابن قاسم کو خود امام سے سننے کے لیے آئے تھے، لیکن افسوس کہ امام

[۱] ابن خلکان ذکر مکی بن ابی طالب ج ۲ ص ۱۲۰، مصر،

اسوقت بستر مرض پر تھے، مسرین مدونہ چھپ گئی ہے اور ہر جگہ ملتی ہے،

(۵) "رسالۃ مالک الی ابن مطرف" غسان بن محمد بن مطرف کے نام "فتوی" کی بحث پر ایک رسالہ ہے، خالد بن نزار اور محمد بن مطرف تلامذۂ امام نے اسکی روایت کی ہے،

(۶) "رسالۃ مالک الی ابن وہب" امام کے شاگرد رشید ابن وہب کے نام سے مسئلہ قضا و قدر پر ایک مشہور رسالہ ہے، قاضی عیاض نے اس رسالہ کی تعریف کی، اور لکھا ہے وہ من خیار الکتب فی ھذا الباب الدال علی سعۃ علمہ بھذا الشان،

(۷) "کتاب الاقضیہ" بعض قاضیوں کے لیے امام نے یہ رسالہ لکھا، غالباً اس مین عہدۂ قضا کے متعلق اصول و ہدایات ہونگے، امام کے ایک شاگرد عبد اللہ بن حلبل نے اسکی روایت کی ہے،

(۸) "کتاب المناسک" ابو جعفر زہری امام کے ایک دوست کا بیان ہے کہ امام مالک کی سب سے بڑی تصنیف کتاب المناسک تھی، جس مین حج کے احکام و مسائل تھے،

(۹) "تفسیر غریب القرآن" اس کتاب کی روایت خالد بن عبد الرحمان مخزومی نے امام سے کی ہے،

(۱۰) "کتاب المجالسات عن مالک" ابن وہب امام کے تلمیذ رشید نے امام کے مجالس صحبت مین حدیث و آثار و اخلاق کے جو متفرق فوائد و نکات سنے۔ اِس رسالہ مین اُنکو جمع کیاہے، حافظ سیوطی نے یہ رسالہ دیکھا تھا،

سلہ ابن خلکان ترجمہ عبد الرحمان بن قاسم و بن یحیی بن یحیی بن کثیر المصمودی،

(۱۱) "تفسیر القرآن" قرآن مجید کی تفسیر بروایت احادیث مسندہ ہے، حافظ سیوطی نے اسکو دیکھا تھا، اور اُسکی تعریف کی ہے، لیکن یہ مشکوک ہے کہ آیا یہ خود امام کی تالیف ہے یا کسی شاگرد نے امام سے اسکی تعلیق کی ہے،

(۱۲) "کتاب المسائل"، ان رسائل وکتب کے علاوہ امام کی اور بھی تصنیفات تھین محدث خطیب نے تاریخ بغداد مین لکھا ہے کہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے، جس کی نسبت اُس نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے[1]،

موطا

امام کی اصلی تصنیف "موطا"، ہے، جو قرآن پاک کے بعد کتبخانۂ اسلام کی دوسری کتاب ہے، اوّل کلام خدا ہے، اور ثانی کلام رسول (صلعم)،

تدوین احادیث | ہجرت کی پہلی صدی تک احادیث نبوی کے گنجینے، مقدس سینون مین مدفون رہے اور متفرق طور سے علٰحدہ علٰحدہ ہر شیخ کے پاس تحریری یادداشت کا مجموعہ تھا قرن اول کے خاتمہ پر جب صحابہ کے بعد پہلی نسل (تابعین) پیدا ہو رہی تھی، خلیفہ عمر بن عبد العزیز المتوفی ۱۰۱ھ سریر آرائے خلافت ہوئے، حضرت عمر بن عبد العزیز جس شان کے خلیفہ تھے، اُسی شان کے محدّث بھی تھے، چنانچہ علامۂ ذہبی نے حفاظ مین آپ کو جگہ دی ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز کی یہ علمی جلالت کیا کم ہے کہ امام مالک موطا مین

[1] ان تمام حوالون کے لیے دیکھو تزئین الممالک، ص ۴۰، ۴۱،

اُنکے فتاوی سے استدلال کرتے ہین، احادیث کی تدوین بصورت کتاب کی ابتدا اسی خلیفہٴ اعظم کے اشارہ سے ہوئی ہے، اور سب سے پہلے مدوّن حدیث ابوبکر بن حزم المتوفی ۱۲۰ھ ہین،

ابوبکر بن حزم کے بعد محمد بن شہاب الزہری جو تمام محدثین کے امام ہین حدیث کے دوسرے مدوّن ہین، ربیع بن صبیح اور سعد بن عروبہ تیسرے درجہ پر ہین، پہلا نسخہ جو ابوبکر کے ہاتھ سے طیار ہوا تھا، عموماً صحابہ کے فتوون پر مشتمل تھا، امام زہری کا نسخہٴ حدیث ابواب و فصول پر منقسم نہ تھا، ربیع اور سعد کے نسخون کا ہر باب علیحدہ تھا،

۱۳۲ھ ایک نئے دور کی بنیاد ہے، خلافت امویہ مٹ کر خلافت عباسیہ قائم ہوتی ہے، اسی کے پس وپیش عہد مین، سینکڑون مجموعہاے حدیث مدوّن ہوئے اور موطا کی تالیف کا بھی یہی زمانہ ہے،

یہان پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر صحابہ تعلیم و ارشاد و جہاد و غزا کی نیت سے تمام بلاد مفتوحہ مین پھیل گئے تھے، حضرت جابر مکہ مین، حضرت ابو درداؔ اور ابو ذر شام مین، عقبہ بن عامر مصر مین، بریدہ خراسان مین، حضرت علی و عبداللہ بن مسعود کوفہ مین، وقس علی ذلک لیکن صحابہ کا گروہ عظیم جن مین اکابر و اجلّہ فقہا داخل تھے، مدینہ ہی مین رہا، یہ مقدس گروہ جہان تھا، اپنے مرئیات و مسموعات کی روایت کرتا رہا، ان کے بعد ان مقامات و بلاد کے علمائے تابعین ان کے مرویات و علوم کے وارث ہوئے، دوسری صدی کے اواخر تک یہ علوم

روایتہً وتحریرًا اسی طرح منتشر رہے، ان کا مرکز اول مدینہ، اور مرکز ثانی مکہ معظمہ، کوفہ، بصرہ، اور دمشق تھا، امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک پہلے شخص ہین، جنھون نے معلومات کے لحاظ سے، اور امام احمد بن حنبل و امام بخاری نے تحریر و تدوین مین انکو یکجا کیا،

امام مالک کا عہد وہ ہے جب یہ معلومات تمام بلاد اسلامیہ مین منتشر تھے، اسی لحاظ سے امام مالک کے عصر مین جن مجموعہائے حدیث کی تدوین ہوئی وہ صرف اپنے اپنے حدود ملکی کے اندر محدود تھے، ابن جریج نے مکہ مین، اوزاعی نے شام مین سفیان ثوری نے کوفہ مین، ابوسلمہ حماد نے بصرہ مین، ہثیم نے واسط مین، معمر نے یمن مین، ابن مبارک نے خراسان مین، جریر بن حمید نے ری مین حدیثین جمع کین، لیکن مرکز نبوت اور مہبط وحی کی حدیثون کی جمع و ترتیب جو علوم نبوی کا سب سے بڑا گنجینہ تھا، جس سعادت اندوز کی قسمت مین تھی وہ امام مالک ہین[1]،

موطا | موطا علوم مدینہ کا مجموعہ ہے، جہان اِن زر و جواہر کی اصلی کان تھی، تمام اکابر صحابہ و اعاظم تابعین جن کا ذکر بہ تفصیل اوپر کئی بار گذر چکا اُن کا مسکن یہی شہر مبارک تھا، اور اسی لیے یہ صحیفۂ مقدس انھین بزرگون کی روایات و فتاوی پر مبنی ہے، اس بنا پر یہ صحیفہ حقیقت مین صحیح ترین، موثق ترین اور کامل ترین احکام اسلامیہ کا مجموعہ ہے[2]،

تالیف موطا | یہ ظاہر ہے کہ امام مالک ہمیشہ مدینہ ہی مین قیام فرما رہے اس لیے اس تالیف کا مقام معلوم ہے، لیکن صحیح زمانہ نہین معلوم، بقرائن معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۰ھ سے

[1] اس فصل کے تمام معلومات کے لیے مقدمۂ فتح الباری دیکھو، [2] مقدمۂ مسوّیٰ شاہ ولی اللہ صاحب،

سنہ ۱۴۰ھ تک کا زمانہ ہے، سنہ ۱۳۰ھ سے زوال بنی امیہ کی تاریخ شروع ہوتی ہے، اِس سے پہلے تصنیف وتالیف کا شغل عام نہ تھا، سنہ ۱۴۸ھ مین منصور نے آخری حج کیا ہے اُسوقت موطا متداول ومشہور ہو چکی تھی[1] اس لیے زمانۂ تالیف اِن دونون کا درمیانی زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے،

ایک روایت ہے کہ امام مالک نے منصور رہی کے حکم سے موطا کی تالیف شروع کی تھی، اور فرمایش کی تھی کہ اس مجموعۂ احکام مین نہ ابن عمرؓ کی سختیان ہون، نہ ابن عباسؓ کی رخصتین، اور نہ ابن مسعودؓ کے شواذ[2]،

امام صاحب جب موطا کی تالیف مین مشغول ہوئے اور یہ خبر اورون کو بھی پہونچی تو مدینہ کے اور علما بھی اپنے اپنے احادیث کا مجموعہ طیار کرنے لگے، لوگون نے امام سے جاکر عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ "صرف حسن نیت کو بقا ہے"، یہ پیشینگوئی کسقدر صحیح اُتری، دیکھو کہ موطائے مالک کے سوا کوئی موطا دُنیائے معلوم مین باقی نہین رہی، بعض لوگون نے رشک کا انتقام دوسری طرح لیا، محمد بن اسحاق صاحب سیر ومغازی نے کہا،

ایتونی بکتبہ حتی ابین عیوبہ فانا بیطار کتبہ[3] — مالک کی کتابین میرے پاس لاؤ مین اُنکے عیوب کھاؤن، مالک کی کتابون کا ناقد تو مین ہون،

امام مالک نے تصنیف سے فارغ ہو کر شیوخ حدیث کی خدمت مین اُسکو پیش کیا سب نے اُسکو نہایت پسند کیا، عام اہل مدینہ کے لیے وہ دن عجیب مسرت کا تھا جب

---

[1] کشف الظنون "موطا"، [2] جامع بیان العلم ابن البرص ۶۲، مصر، [3] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ذکر منصور، [4] تہذیب الکمال "مالک بن انس"

اُن کے مجموعۂ فضائل مین ایک اور فضیلت کا اضافہ ہو رہا تھا[1]، سعدون نام ایک شاعر
موطا کی تعریف مین کھتا ہے،

اقول لمن یروی الحدیث ویکتب ۔۔۔ ویسلک سبل الفقہ فیہ ویطلب

مین اوس سے کہتا ہون جو حدیث کی روایت کرتا ہے اور اوسکو لکھتا ہوا اور فقہ کے راستہ مین چلتا ہوا اور اوسکی طلب مین سرگردان ہے

ان احببت ان تدعی لدی الخلق عالما ۔۔۔ فلا تعد ما یحوی من العلم یثرب

اگر تجکو یہ پسند ہے کہ مخلوق مین تو عالم پکارا جائے ۔۔۔ تو اوس علم سے باہر نہ جا جسکو یثرب حاوی ہے

اتترک دارا کان بین بیوتھا ۔۔۔ یروح ویغدو جبرئیل المقرب

کیا اوس مقام کو تو چھوڑتا ہے جسکے گھر مین ۔۔۔ مقربِ بارگاہ جبریل آیا جایا کرتا تھا

ومات رسول اللہ فیھا وبعدہ ۔۔۔ بسنتہ اصحابہ قد تادبوا

اور جسمین رسول اللہ نے وفات پائی اور اُنکے بعد ۔۔۔ اُنکی سنت سے آپکے اصحابنے ادب پایا

فبادر موطا مالک قبل فوتہ ۔۔۔ فما بعدہ ان فات للحق مطلب

تو مالک کی موطا کو جلد لو، کھونے نہ پائے ۔۔۔ کہ اگر یہ کھو گئی تو حق کی جستجو کی پھر جگہ نہین

ودع للموطا کل علم تریدہ ۔۔۔ فان الموطا الشمس والغیر کوکب

اور موطا کیلیے ہر اوس علم کو جسکو چاہتے ہو چھوڑ دو ۔۔۔ کہ موطا آفتاب ہے، اور اوسکے علاوہ دوسری کتابین ستارہ ہین

وجہ تسمیہ | لفظ "مُوَطَّا" توطیہ کا مفعول ہے جس کے معنے "روندنے" اور کسی چیز پر چلنے کے ہین"
موطا کے لغوی معنے "روندا ہوا" یا "چلا ہوا" کے ہین، شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی[2] مین لکھا

[1] بستان المحدثین ذکر امام مالک،

ہے "روندے ہوئے یا چلے ہوئے کے مجازی معنے یہ ہین کہ جسپر عام ائمہ اور علما، اور اکابر چلے ہون اور جسکو اون سب کی رایون نے روندا اور پامال کیا ہو یعنی سب نے اوسکے متعلق گفتگو کی ہو اور اوس سے اتفاق کیا ہو" اسطرح گویا اسکے معنی "متفق" اور "مطابق" کے ہین، چونکہ تصنیف کے بعد تمام شیوخ حدیث نے اس سے اتفاق و مطابقت کی، اسلیے اسکا نام مُوَطّا مشہور ہو گیا[1]، لیکن میرے نزدیک اس سے زیادہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ "موطا اوس راستہ کو کہتے ہین جسپر لوگ بکثرت گذرتے ہون"، سنّت کے معنے بھی راستہ کے ہین، یہ وہ راستہ ہے جسپر آنحضرت صلعم گذرے، موطا وہ پامال راستہ ہے جسپر آنحضرت صلعم کے بعد تمام صحابہ گذرے، غرض موطا کا لفظ اپنی حقیقت کا آپ مفسّر ہے، کہ یہ اون مسائل پر مشتمل ہے جنپر صحابہ کا عمل رہا ہے، اور جمہور سلف جنپر چلے ہین،

تعداد مرویات | ابتداءً موطا مین دس ہزار حدیثین تھین، لیکن امام کے خامۂ صحّت پسند نے تقریبًا آٹھ ہزار حدیثین، قلم زد کر دین، باقی ۱۷۲۰ ہین، جن مین سے مسند اور مرفوع ۶۰۰ ہین، مرسل ۲۲۵، موقوف ۶۱۳، تابعین کے اقوال و فتاوی ۲۸۵، بلاغات مالک[2]

موطا کا موضوع | موطا کا موضوع صرف احکام فقہیہ ہین، اسلیے وہ سینکڑون ابواب و فصول جو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ مین نظر آتے ہین، موطا اُن سے خالی ہے، کیونکہ فقہیات سے اُنکو کوئی تعلق نہین ہے، اِس بنا پر محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو "کتاب السنن" کہنا چاہیئے،

[1] مقدمۂ مسوّٰی شاہ ولی اللہ صاحب ص ۶، [2] مقدمۂ مسوّٰی شاہ ولی اللہ صاحب ص ۶،

موطا اور دیگر فقہائے مجتہدین کے مجموعہائے احادیث

فقہائے مجتہدین اربعہ مین سے ہر ایک کے انتساب سے ایک نسخہ حدیث موجود ہے، مسند ابی حنیفہ، مسند شافعی، مسند ابن حنبل یہ تمام کتابین موجود ہین، فقیہ رابع کی تصنیف کو انپر کیا فوقیت حاصل ہے؟ اس جواب کے پردہ مین یہ ظاہر کردینا ہے کہ امام مالک کے سوا، کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہین ہوئی وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء مسند ابی حنیفہ کے نام سے متعدد کتابین موجود ہین، مگر دراصل یہ تمام کتابین امام ابوحنیفہ کے سینکڑون برس بعد امام ممدوح کے تلامذہ کی تصنیفات اور غیر معروف مسانید سے لیکر محمد بن یعقوب اور حسین بن محمد بن خسرو وغیرہ نے تالیف کی ہین، اور اُن کو مسند ابی حنیفہ اور مسند امام اعظم کے نام سے موسوم کردیا ہے،

مسند امام شافعی کی حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اپنی تصنیفات مین بر سبیل استدلال جو حدیثین روایت کی ہین، ابوجعفر بن محمد بن مطر نیشاپوری یا ابوالعباس نام ایک شافعی نے اُن کو یکجا کردیا ہے، مسند ابن حنبل کی تالیف یقیناً خود امام احمد نے شروع کی تھی، لیکن وہ ابھی مسودہ تھا کہ امام موصوف نے وفات پائی، اسکی تبییض و ترتیب بعد کو امام احمد کے صاحبزادہ عبداللہ نے کی، جو افسوس ہے کہ اِس میدان کے مرد نہ تھے، اِسی لیے مدنی اور عراقی مسندون مین تخلیط ہے، اِس بنا پر اُسکو بجائے مسند احمد کے مسند عبداللہ کہنا چاہیے، اور باایں ہمہ اِس مین صحیح احادیث کا التزام نہین ہے، گو خود امام احمد کو اسکا دعوی تھا،

موطا اور اوسکی معاصر کتابین | موطا سے قبل اور خود اُس کے زمانہ مین بیسیون مساینداور موطائین لوگون نے لکھین، جن مین سے بعض اب تک باقی ہین، باہمی موازنہ سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ موطا اور ان کتب معاصرہ مین وہی نسبت ہے جو صحیح بخاری کو مصنف ابن ابی شیبہ اور کتب بیہقی سے اور خود اُن کتابون کا فقدان اور عدم شہرت وقبول ودوام اس پر کافی دلیل ہے، لیکن باین ہمہ تین خاص وجوہ ایسے ہین جن سے موطا کا امتیاز بالکل روشن ہوجاتا ہے،

(۱) موطا سے پہلے جو حدیث کی کتابین لکھی گئین اُنکا مبنیٰ زیادہ تر صحابہ وتابعین کے آثار وفتاوی تھے امام مالک نے موطا مین احادیث صحاح ومسند یا منقطع ومرسل کو بنائے اول اور آثار وفتاوی کو بنائے ثانی قرار دیا،

(۲) دوسرا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُن مین صحت کا التزام نہین کیا گیا تھا، اور موطا مین صرف اُسی حدیث یا فتوی نے جگہ پائی ہے، جسکو صحت کا شرف حاصل تھا،

(۳) تیسری بات یہ کہ موطا مدینہ مین تالیف ہوئی ہے، اسکے رواۃ حجازی ہین، اور دیگر مساینداور موطائین کوفہ، بصرہ، واسط، شام، یمن، خراسان اور رے وغیرہ مین تالیف ہوئین، اور اس پر تمام علمائے حدیث کا اتفاق ہے کہ حجازی حدیثین، صحت، قوت، اور جودتِ اسناد مین سب پر فائق ہین،

طبقات کتب حدیث مین موطا کا درجہ | یہ معلوم ہوچکا ہے کہ علمائے حدیث نے کتب حدیث کو چار مختلف طبقات مین منقسم کیا ہے، طبقۂ اولیٰ مین صرف وہ تصانیف ہین جنکے مصنفین

حدیث کے امام اور فن کے نقاد تھے اور جن کی تصنیفات صحت، جودت اسناد، اور قبول محدثین کے لحاظ سے سب سے مقدم ہین، اور جن کے رجال حفظ، ثبوت، وثوق، شہرت مین معروف ہین، طبقۂ ثانیہ مین اس سے کم درجہ وعلی ہذا الترتیب،

طبقۂ اولیٰ مین موطا، بخاری اور مسلم داخل ہین، اور طبقۂ ثانیہ مین ترمذی، ابوداؤد ونسائی[1] ان دونون طبقات کو صحاح ستہ کہتے ہین، ابن اثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ نے جامع الاصول مین انہین چھ کتابونکو جمع کیا ہے،

طبقۂ اولیٰ مین موطا کا درجہ

طبقۂ اولیٰ یعنی موطا، بخاری اور مسلم مین، موطا کا کیا درجہ ہے؟ علمائے حدیث اس کے جواب مین مختلف الرائے ہین، عام علما تو اسکو مسلم بلکہ ترمذی کے بھی بعد جگہ دیتے ہین، لیکن محققین قدما اور عموماً متاخرین مین شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب اس کو بخاری سے بھی مقدم سمجھتے ہین، اور خود مین بھی بدر طلب حدیث سے یہی اعتقاد جازم رکھتا ہون،

حقیقت یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی فوقیت اگر کثرت روایات، کثرت مرفوعات اور مرسل وموقوف حدیثون سے پاک ہونے کی بنا پر ہے تو صحیح ہے لیکن مدار تفضیلت تو "صرف صحت"، "جودت اسناد" اور "شہرت"، کی بنا پر ہے، یہ صحیح ہے کہ موطا مین مرسل موقوف اور منقطع حدیثین ہین، جو "صحیح"، کے لیے قادح ہین، لیکن ان کا ارسال، وقف اور انقطاع موطا کی روایت کے لحاظ سے درست ہے، لیکن حقیقت کے رو سے یہ تمام مراسیل وموقوفات

[1] دیکھو حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ذکر علم حدیث،

ومنقطعات، متصل، مرفوع ومسند ہین، اور خود ان کا رفع واتصال واسناد، امام بخاری وامام مسلم وترمذی وغیرہ نے کیا ہے، اِس بنا پر یہ یقین کرنا چاہیے کہ درحقیقت موطا مین کوئی مرسل، موقوف یا منقطع حدیث نہین، موطا مین جو کچھ ہے اوسپر (الا ماشاء اللہ) بخاری ومسلم وترمذی وغیرہ کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے، اِس حالت مین خیال کرو کہ موطا کی صحت کا درجہ کہان تک پہونچ جاتا ہے؟

(۱) موطا کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ یہ اسلام کی پہلی کتاب ہے، کلام اللہ کے بعد اسلام کے ہاتھ مین دوسری صحیح کتاب کلام الرسول آئی جو موطا کے قالب مین ظاہر ہوئی، کشف الظنون مین ہے کہ "اول کتاب وضع فی الاسلام موطا مالک بن انس" سب سے پہلی کتاب جو اسلام مین لکھی گئی ہے وہ موطا ہے، قاضی ابوبکر ابن عربی المتوفی ۵۴۶ھ موطا کی شرح مین لکھتے ہین،

هذا اول کتاب اُلف فی شرائع الاسلام — یہ پہلی کتاب ہے جو شریعت اسلامیہ مین لکھی گئی ہے،

حضرت سفیان کہتے ہین،

اول من صنف الصحیح مالک والفضل للمتقدم — سب سے پہلے مالک نے صحیح تالیف کی،

(۲) صرف تقدم زمانہ ہی موطا کے تقدم کے لیے کافی نہین ہے، بلکہ باوجود نقش اول ہونے کے اسکے بعد کی کتابین گوکہ موطا کی نقش ثانی ہین تاہم اسکی برابری کا دعوی نہین کرسکتین چنانچہ اسکے متعلق ائمہ مجتہدین، اور علمائے حدیث کی قوی شہادتین موجود ہین، امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہین،

ما علی وجہ الارض من کتاب بعد کتاب اللہ اصح من مؤطا مالک ابن انس

روے زمین پر کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب موطا امام مالک سے زیادہ صحیح نہین ہے،

ابو بکر ابن عربی فرماتے ہین،

ھذا اول کتاب وضع فی الاسلام وھو اٰخرہ لانہ لم یولف مثلہ۔

یہ اسلام کی سب سے پہلی کتاب ہو اور سب سے پچھلی بھی ہو کیونکہ پھر اُسکے مثل کوئی کتاب نہین لکھی گئی،

امام نودی شرح مسلم کے دیباچہ مین اپنے استاد کا حال لکھتے ہوے کہتے ہین،

وقد دفع الی من ھذہ الکتب ان کانت عالیۃ موطا للامام مالک … وھو شیخ الشیوخ المذکورین کلھم

ایک کتاب مجکو ملی جو ان تمام کتابون بخاری ومسلم وترمذی ابوداود ونسائی سے بہتر ہو اگرچہ یہ کتابین بھی اچھی ہین وہ موطا ہے جسکے مصنف امام مالک ابن تمام محدثین کے شیخ الشیوخ ہین،

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین کتاب الاُمّ مین امام شافعی کی اور کتاب الآثار مین امام محمد کی جو فقاہت ہے وہ موطا ہی کے صدقہ مین ہے"۔

(۳) امام بخاری اور امام مسلم سے جن لوگون نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کی ہو گوانکی کثرت، تواتر کے حد تک پہونچ چکی ہے مگر امام مالک سے موطا کی روایت کرنے والے جس پایہ کے لوگ ہین وہ بخاری اور مسلم کے نہین ہین، اسلیے خواص وعوام کی نقل وروایت مین جو فرق ہے وہ یقیناً موطا اور دیگر کتب کے نقل وروایت مین ہی،

ائمہ مجتہدین مین سے امام شافعی اور امام محمد نے، اور محدثین مین سے بے شمار

لوگون نے امام مالک سے موطا کی روایت کی ہے اُنہین مین سے امام عبداللہ ابن مبارک، ہشیم بن جمیل محدث انطاکیہ، امام منصور بن سلمہ محدث بغداد، عبداللہ بن وہب محدث مصر، یحیی بن یحیی محدث، مسلم قتیبہ، ابن سعد وغیرہ ہین فقہا مین سے فقیہ ہشام بن عبداللہ بن قاسم موءلف مدونۃ الکبریٰ، وغیرہ، صوفیا مین حضرت ذوالنون مصری خلفا مین ہادی، مہدی، ہارون، ماموں، امین اور عام علما مین سے تقریبًا ایک ہزار آدمیون نے موطا امام مالک سے روایت کی ہے، سیوطی نے تنویر الحوالک مین لکھا ہے کہ امام مالک سے روایت کرنے والون کی جتنی کثیر تعداد ہے اتنی کسی امام کے رواۃ کی نہین،

(۴) یہ ایک کھلی بات ہے کہ رسول اللہ صلعم اور موءلفِ حدیث مین جتنے واسطے کم ہونگے اُسیقدر اسکی تالیف درجۂ اعتبار مین زیادہ ہوگی، بخاری و مسلم کی عمومًا روایتین پانچ چھ واسطے سے ہوتی ہین، موطا کی حدیثین تین چار واسطون سے زیادہ کی نہین ہوتین، امام بخاری کو اپنے بیس ثلاثیات پر ناز ہے اور موطا کی بنیاد ہی ثلاثیات پر ہے اور علاوہ ازین اوسمین چالیس ثنائیات ہین، یعنی ایسی حدیثین ہین جن مین موءلف اور آنحضرت صلعم کے درمیان صرف دو واسطے ہین،

موطا کے نسخے | سینکڑون لوگون نے امام صاحب سے موطا کو مختلف زمانون مین حاصل کیا، اِس کثرت تعداد اور اختلاف اوقات کا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ ہر ایک کی روایت مین کسی نہ کسی قدر کتاب کے ابواب کی ترتیب اور تقدیم و تاخیر اور بعض الفاظ مین اختلاف ہوتا ہین، چنانچہ موطا امام صاحب سے تیس مختلف طریقون سے مروی ہے، جن مین مشہور ۱۶ نسخے

ان مین سے معتبر اور باوثوق اول کے گیارہ اور معتبر تر اور باوثوق تر چار ہین یعنے یحیٰ، ابن بکیر، ابو مصعب اور ابن وہب کے نسخے، لیکن متداول ترین مشہور ترین اور مقبول ترین یحیٰ کی روایت ہے۔ کتاب کی مشہور ترتیب یہ ہے کہ اول کتاب الجنائز پھر کتاب الصلوٰۃ پھر کتاب الزکوٰۃ پھر کتاب الصیام اسکے بعد تمام نسخے کتاب الحج تک متفق ہین، کتاب الحج کے بعد سے پھر مختلف الترتیب ہین[1]، اس قسم کا اختلاف بخاری و مسلم سب مین ہے،

(۱) یحیٰ بن یحیٰ[2] مصمودی اندلسی بربر کے رہنے والے تھے انکے دادا پہلے شخص ہین جو انکے خاندان مین مشرف بہ اسلام ہوئے، قرطبہ مین امام صاحب کے تلمیذ خاص ابو عبداللہ زیاد بن عبدالرحمان بن زیاد لخمی درس دیتے تھے، یحیٰ نے پہلے انہی سے پوری موطا کی قرأت کی، مگر شوق علم بیس سال کی عمر مین قرطبہ سے نکال کر آستانہ امامت تک لے آیا۔ مگر قسمت نے یحیٰ کو امام صاحب سے پوری موطا نہ پڑھنے دی، اُسی سال امام کا انتقال ہو گیا، اسی لیے یحیٰ کے نسخے مین تمام احادیث "حدثنا مالک" سے شروع ہوتی ہین، لیکن باب خروج المعتکف الی العید، باب قضاء الاعتکاف، باب النکاح فی الاعتکاف مین "حدثنا زیاد عن مالک" ہے، یعنی ایک واسطہ زیادہ ہے،

امام صاحب یحیٰ کی بڑی عزت کرتے تھے، اُندلس مین سلطنت بھی ان کا خاص احترام کرتی تھی، چار مسائل کے سوا ہر بات مین وہ امام صاحب کے مقلد تھے ۱۵۲ھ مین پیدا ہوئے، ۸۲ سال کی عمر پائی ۲۳۴ھ مین انتقال کیا،

---

[1] کشف الظنون، موطا، [2] بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب،

(۲) یہ نسخہ **عبداللہ** بن وہب کی تالیف سے ہے، مصر وطن تھا، مشہور محدث لیث بن سعد مصری سے حدیث حاصل کی تھی، امام صاحب کی شہرت مصر سے ان کو مدینہ لے آئی امام صاحب کے شاگردون مین تالیف و تصنیف کے لیے انہین کے دل و دماغ کو قدرت الٰہی نے منتخب کیا تھا، مسموعات امام مالک کے نام سے اُنھون نے تین کتابین لکھی ہین، ان کی تمام تصنیفات مین ایک لاکھ بیس ہزار حدیثین بر سبیل تذکرہ مروی ہین اور سب صحیح ہین، ذیقعدہ ۱۲۵ھ سال پیدائش ہے، اور شعبان ۱۹۷ھ سال وفات۔

(۳) اسکے راوی عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہین، محدثین ان کو حدیث دانی مین امام صاحب کے تمام تلامذہ پر فوقیت دیتے ہین، آٹھ برس امام صاحب کی خدمت مین رہے جب یہ بیمار ہوتے تو امام صاحب خاص طور سے اُنکی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے، محرم ۲۲۱ھ مین وفات پائی،

(۴) مالکی مذہب کے مشہور فقیہہ **ابن القاسم** اسکے راوی ہین، مالکی مذہب کی پہلی تدوین انہین سے شروع ہوتی ہے، کتاب المدونۃ الکبریٰ انہین کی تالیف ہے فتاواے امام مالک کو اُنھون نے ایک ضخیم کتاب کی صورت مین مرتب کیا تھا، زہد و تقویٰ مین ممتاز تھے ابن القاسم نہ صرف میدان علم کے شہسوار تھے، بلکہ روم، بربر، زنج، کے جہاد مین بھی اپنی زندگی کا ایک چوتھائی حصہ صرف کیا تھا، مصر مین ۱۹۱ھ مین وفات پائی،

(۵) **معن بن عیسیٰ**، امام بخاری و مسلم و ترمذی کے شیخ ہین، امام صاحب نے انکو متبنّیٰ کیا تھا، ہارون نے امام صاحب کے درس مین انہین کی قرأت کی سماعت کی تھی،

امام صاحب کے چالیس ہزار فتاوے ان کو یاد تھے، مدینہ مین ۲۹۰ھ مین انتقال کیا،

(۶) عبد اللہ بن یوسف، گو پیدا دمشق مین ہوئے تھے لیکن سکونت اُندلس مین تھی، امام بخاری کے شیخ ہین، امام بخاری ان کے علم وفضل کے مداح و معترف تھے،

(۷) یحیی بن بکیر، امام بخاری ان سے بلا واسطہ اور امام مسلم بیک واسطہ اِن سے روایت کرتے ہین، امام صاحب سے موطا اُنھون نے چودہ مرتبہ پڑھی تھی، امام صاحب کی ثنائیات کو اُنھون نے ایک الگ رسالہ مین جمع کیا ہے، علماے اُندلس اپنے شاگردونکو فراغت کی سند دیتے وقت اسکو تبرکاً پڑہاتے تھے، بعض لوگون نے اپنی نادانی سے اِنپر جرح کی ہے،

(۸) سعید بن عفیر، مشاہیر مصر سے ہین لیث مصری اور امام مالک سے روایت کرتے ہین. امام بخاری نے اِن سے روایت کی ہے، علم حدیث کے علاوہ، تاریخ، سیر، ادب، علم الانساب، اور شاعری مین بھی اِن کو کمال تھا، ۱۴۶ھ مین پیدا ہوے اور ۲۲۶ھ مین وفات پائی،

(۹) ابو مصعب زہری شیوخ مدینہ مین سے ہین، جب تک یہ زندہ رہے حجاز والے اہل عراق کو آنکھ نہین لگاتے تھے، صحاح ستہ مین انکی روایت ہے، سب سے اخیر جو موطا امام صاحب کو سنائی گئی ہے وہ انہین کی روایت سے ہے ۲۴۲ھ مین جب اُنھون نے وفات پائی تو مدینہ مین خدمت قضا پر مامور تھے،

(۱۰) اسکے راوی مصعب بن عبد اللہ زُبیری ہین،

(۱۱) یہ محمد بن مبارک کی روایت سے ہے،

(۱۲) سلمان بن برد، غافقی نے اِن بارہ نسخون کو ملا کر ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہے،

(۱۳) یحیٰ بن یحیٰ کا نسخہ

(۱۴) ابو حذافہ سہمی، محدثین انکو قابل وثوق نہین سمجھتے، امام صاحب کے شاگردون مین سب سے اخیر بغداد مین ۲۵۹ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابو محمد سوید بن سعید ہروی، مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہی اخیر عمر مین انکے حفظ مین ضعف آگیا تھا، ۲۴۰ھ مین انتقال کیا،

(۱۶) حنفی مذہب کے نامور مصنف امام محمد بن حسن شیبانی، اِس موطا کے راوی ہین، اصلی وطن شام تھا، واسط مین پیدا ہوئے، اور کوفہ مین نشوونما پائی، امام مالک سے حدیث اور امام ابو حنیفہ سے فقہ حاصل کی، عربیت، نحو، فقہ، حساب، کے ماہر تھے، ۱۸۹ھ مین رے مین وفات پائی،

امام محمد نے چونکہ اپنے طور سے موطا کو ترتیب دیا ہی اور ہر حدیث کے ختم پر حنفی مسائل کو ثابت کرنا چاہا ہے، اور امام صاحب کے سوا امام ابو حنیفہ کی حدیثین بھی اسین نقل کی ہین اس لیے یہ موطا بجائے موطاے امام مالک کے موطاے امام محمد کہلاتی ہے،

شروح وتعلیقات کسی تصنیف کے قبول و ہردلعزیزی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اُسکو شارحین، معلقین، ومحشین، کی ایک بہت بڑی جماعت ہاتھ آئے، اور کمیت بھی کوئی اسقدر بڑی چیز نہین، جسقدر کیفیت ہے، یعنی یہ کہ فضل وکمال مین اُن کا کیا پایہ تھا،

موطا ان دونون خصوصیات کے لحاظ سے خوش قسمت ہے، تقریبًا پچیس علماے کبار نے اسکی شرح و تعلیق اور دیگر خدمات انجام دیے ہین، یہ تو کمیت کا حال ہے کیفیت کے لحاظ سے دیکھو تو انمین قدماسے ابن حبیب مالکی المتوفی ۲۳۹ھ، امام ابوسلیمان البستی الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ، ابن رشیق قیروانی المتوفی ۴۵۶ھ، محدث ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ، امام باجی اندلسی المتوفی ۴۷۴ھ، قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ھ، قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ۵۴۶ھ، اور متاخرین مین حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ، علامہ زرقانی مصری المتوفی ۱۱۲۲ھ، شاہ ولی اللہ الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ، وغیرہ داخل ہین،

امام خطابی، حافظ سیوطی، ابن عبدالبر، ابن حزم، ابوالولید باجی نے موطا کی بحذف فتاوی صرف احادیث کی تلخیص کی ہے، حافظ سیوطی نے رجال موطا کو علیحدہ کیا ہے، احمد بن عمران اخفش بصری اور قاضی عیاض نے موطا کے لغات حل کیے ہین، باجی اور دارقطنی نے موطا کے اختلاف نسخ پر بحث کی ہے، ابوالحسن علی بن محمد قابسی نے موطا کی صرف متصل الاسناد حدیثین جمع کی ہین، ابن بشکوال اور خطیب بغدادی نے صرف اُن لوگون کے حالات لکھے ہین جنھون نے امام سے موطا کی روایت کی ہے،

ذیل مین مین اُن لوگون کی ایک فہرست نقل کرتا ہون جنھون نے موطا کے متعلق کوئی خدمت انجام دی ہے،

شروح موطا

کیفیت	نام مصنف	نام کتاب
موطا کی سب سے قدیم شرح ہے،	ابو مروان بن عبد الملک بن حبیب مالکی المتوفی ۲۲۹ھ	شرح موطا
موطا کے معانی کی تشریح اور اسکے اسانید کی تحقیق اور اس ضمن میں فقہ و حدیث کے بیشمار مسائل ہیں اسکی ترتیب رواۃ کے نام پر بہ ترتیب ہجا ہے،	حافظ ابن عبد البر قرطبی المتوفی ۴۶۳ھ	التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید
خود مصنف نے اپنی کتاب کا اختصار کیا ہے،	״	الاستذکار
تین شرحیں ہیں جو ایک ہی شارح کے قلم سے ہیں	ابو الولید سلیمان الباجی المتوفی ۴۷۴ھ	المنتقی، الایماء، الاستیفاء
ابن عبد البر کی تمہید کا اختصار	ابن رشیق قیروانی المتوفی ۴۵۶ھ	״
״	شیخ زین الدین عمر حلبی	الاقتصار
شرح	ابن ابی صفرہ	شرح موطا
״	القاضی ابو عبد اللہ بن الحاج	شرح موطا
״	ابو الولید بن العوہ	شرح موطا
״	ابو القاسم بن الجد الکاتب	شرح موطا
״	ابو الحسن الاشبیلی	شرح موطا
״	ابو عمر الطلیطلی	شرح موطا
״	قاضی ابو بکر بن العربی المغربی المتوفی ۵۴۳ھ	القبس

المقتبس	ابو محمد عبداللہ بن محمد بطلیموسی المتوفی ۵۲۱ھ	شرح
الموعب	ابو الولید بن صفار	"
المستقصیٰ	یحیٰ بن مزین	"
القرب	محمد ابن زمنین	"
المسالک	ابو بکر بن سابق الصقلی	"
شرح موطا	قاضی محمد بن سلیمان بن خلیفہ	"
کشف المغطا عن الموطا	حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ	"
تنویر الحوالک علی موطا مالک	"	"
تجرید حدیث موطا	"	موطا کی صرف حدیثین جمع کی ہین،
شرح زرقانی	محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ	یہ شرح ۳ جلدون مین
شرح موطا	بیری زادہ حنفی مفتی مکہ	شرح (مقدمۂ موطا امام محمد از مولنا عبدالحی)
شرح موطا	شیخ علی قاری حنفی	" "
المصفّٰی	شاہ ولی اللہ دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ	تعلیق بر موطا، عربی زبان مین ہی، اختلاف فقہا کی تفصیل کی ہی،
المسوّٰی	"	فارسی مین موطا کی مجتہدانہ شرح ہی،
المجلّٰی	شیخ الاسلام حنفی دہلوی الموجود ۱۲۱۵ھ	نہایت محققانہ شرح ہی، خاص مصنف کا نسخہ بانکی پور لائبریری مین موجود ہی، پہلے صفحہ پر "الفضل الکبیر" مادۂ تاریخ درج ہی،

سلہ اس فہرست مین جہان حوالہ نہو اسکو لیے کشف الظنون لفظ موطا دیکھنا چاہیے اور تزئین الممالک صفحہ ۵ نقلاً عن المدارک للقاضی عیاض،

۲-تجرید و اِسناد موطا

مسند احادیث الموطا	ابو القاسم عبد الرحمٰن الغافقی المصری المتوفی ۳۸۱ھ	موطا کی احادیث مسند و متصل کا انتخاب و ترتیب بیان
ملخص موطا	امام ابو سلیمان الخطابی البستی المتوفی ۳۸۸ھ	〃
التعظا بحدیث الموطا	ابن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ	〃
الملخص	ابو الحسن علی بن محمد قابسی المتوفی ۴۰۳ھ	〃
مسند الموطا	قاسم بن اصبغ	〃
〃	ابو القاسم الجواہری	〃
〃	ابو ذر الہروی	〃
〃	ابو الحسن علی بن حبیب السلجماسی	〃
〃	المطرز	〃
〃	احمد بن قہرار	〃
〃	الفارسی	〃
〃	القاضی ابن المفرج	〃
〃	ابن الاعرابی	〃
〃	ابو بکر احمد بن سعید بن موضع الاخمیمی	〃
مسند الموطا	ابو عمر الطلیطلی	موطا بروایت قعنبی کے احادیث و ترتیب و بیان

مسند الموطا	ابراہیم بن نصر السرقسطی	موطا بروایت قعنبی کے احادیث ترتیب بیان

۳۔ اختلاف الموطاآت

اختلاف الموطاآت	حافظ ابو الحسن الدارقطنی	موطا کی مختلف روایات اور نسخوں کی تحقیق و بیان،
〃	ابو الولید سلیمان الباجی	〃

۴۔ رجال الموطا

رجال الموطا	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن یحیٰ الحذاء	موطا کے رجال و رواۃ کی تحقیق و حالات
〃	ابو عبد اللہ بن المفرج	〃
〃	البرقی	〃
〃	ابو عمر الطلیطلی	〃
اسعاف المبطا برجال الموطا	حافظ جلال الدین سیوطی	〃

۵۔ غریب الموطا

غریب الموطا	احمد بن عمران الاخفش	موطا کے لغات کی تشریح
〃	ابو القاسم العثمانی المصری	〃
〃	البرقی	〃
مشارق الانوار	قاضی عیاض	بخاری مسلم و موطا کے لغات کی تحقیق

۶۔ رواۃ الموطا عن مالک

تسمیۃ من روی الموطا عن مالک	ابو القاسم ابن بشکوال اندلسی	امام مالک سے جن لوگوں نے موطا کی روایت کی ان کے حالا

رواۃ مالک	محدث خطیب بغدادی	امام مالک سے جن لوگون نے موطا کی روایت کی ہے اُنکے حالات
"	قاضی عیاض	"
ایجاب السالک بروایۃ الموطا عن مالک	حافظ شمس الدین دمشقی	"

۷ متفرق مباحث

التقصی	ابن عبد البر اندلسی	موطا کی منقطع، مرسل، منفصل، بلاغات کا وصل و رفع و اسناد
اطراف الموطا	ابو بکر بن ثابت الخطیب	+
توجیہ الموطا	ابو عبد اللہ بن عیشون الطلیطلی	+
السافر عن آثار الموطا[1]	حازم بن محمد بن حازم	موطا کے آثار کی تحقیق و بحث، ۸۰ جزین
تاج الحلیہ	ابو محمد بن یربوع	موطا کے اسانید پر تحقیق و بحث،
جمع الموطا[1]	ابن جوصا	شاید موطا کے مختلف نسخون کا مجموعہ
مشائخ مالک	امام مسلم	امام مالک کے اساتذۂ حدیث کے حالات،

موطا کا ایک اور امتیاز گو سلاطین اور خلفائے اسلام مین ہزارون اشخاص ایسے گذرے ہین جو صاحب سیف و قلم تھے، تخت و منبر دونون اون کے نام سے عزت پاتے تھے، لیکن کسی کے متعلق یہ بیان نہین ہے کہ اُس نے طلب علم و اخذ سند کے لیے کوئی سفر اختیار کیا ہو کہ خود اُن کا قصر اساتذہ کا مرکز اور علمائے عہد کا مرجع ہوتا تھا، لیکن تنہا موطا وہ کتابِ مقدس ہے جس کے لیے مہدی، ہادی، رشید، مامون اور امین مشاہیر

[1] یہ تمام فہرست کشف الظنون لفظ موطا اور مدارک قاضی عیاض سے بواسطہ تزئین الممالک سیوطی صفحہ ۵۲، ۵۰ ماخوذ

خلفائے اسلام نے عراق سے حجاز تک بادیہ پیمائی کی، اور آخرین چھٹی صدی مین بزرگترین سلاطینِ اسلام صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے قاہرہ سے اسکندریہ تک صرف اسی کی خاطر سفر گوارا کیا[1]،

تمت

[1] تزیین الممالک نقلاً عن القاضی الفاضل۔ وزیر السلطان، صفحہ ۲۴،

مصنّف کی دوسری کتابین

ارض القرآن جلد دوم

اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی بحث صفحہ ۲۵۱

عہ/ ۱۲ر

سیرة عائشہ رض

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور اُنکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحہ عہ/

لغات جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری،

ے/

دروس الادب

عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم،

۲ر

دوسری ریڈر طبع سوم،

۴ر

رسالہ اہل سنت و الجماعت

فرقہ اہل سنت و الجماعت کے اصولی عقاید کی تحقیق،

۸ر

خلافت اور ہندوستان

خلفائے اسلام اور مسلمانان ہند کے باہمی تعلقات کی تاریخ آثار، فرامین شاہی اور سکوں کے ذریعہ سے تشریح و تفصیل،

حیات امام مالک

امام مالک کی سوانحعمری اور اُنکی موطائے حدیث پر تبصرہ قیمت،

عہ/ ۴ر

بہادر خواتین اسلام

۲ر

(باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی)

" منیجر"